Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

ادار یہ .... گیس کی لوڈ شیڈنگ .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۳، آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۳).. یہودیوں کا جادو کرنا .... // // ۵

درسِ حدیث .... استسقاء کی دعا اور نماز کا بیان (دوسری وآخری قسط) .... // // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

درود شریف کے فضائل وآداب (قسط نمبر ۳) .... مفتی محمد رضوان ۲۴

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۱) .... مفتی محمد امجد حسین ۲۶

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۱) .... مفتی محمد رضوان ۲۹

ماہِ ذی الحجہ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات .... مولوی طارق محمود ۳۵

سجدہ سہو کے مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۵) .... مفتی محمد امجد حسین ۳۸

نام رکھنے کے آداب (قسط ۳) .... مفتی محمد رضوان ۴۲

موجودہ حالات کے تناظر میں (قسط ۴) .... اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۴۷

طاقت کا غلط اور بے جا استعمال (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس) .... مفتی محمد رضوان ۴۹

علم کے مینار .... سرگذشت عہدِ گل (قسط ۲۷) .... مفتی محمد امجد حسین ۵۳

تذکرۂ اولیاء: .... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۸) .... // // ۵۶

پیارے بچو! .... لالچ بُری بلا ہے .... ابوفرحان ۶۰

بزمِ خواتین .... شرم وحیا (قسط ۱) .... مفتی ابوشعیب ۶۲

آپ کے دینی مسائل کا حل.. جمع بین الصلاتین یعنی دونمازوں کو اکٹھا پڑھنے کا حکم.. ادارہ ۶۵

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات .... ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی ۸۹

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۵) .... ابوجویریہ ۹۱

طب وصحت .... اخروٹ (WAL NUT) .... حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۷

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابرار حسین ستی ۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

گیس کی لوڈ شیڈنگ

کئی سالوں سے ملک میں موسم گرما میں بجلی کی غیر معمولی لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ جاری ہے، جس کی وجہ سے ملک کی معیشت اور تمدنی زندگی پر بہت بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

موسمِ گرما میں تو حکمران یہ دعوے کرتے رہتے ہیں کہ آئندہ سال بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے سلسلے کا خاتمہ کر دیا جائے گا، لیکن جب موسمِ گرما کا اختتام ہو کر موسم سرما کا آغاز ہوتا ہے تو بجلی کا استعمال کم اور گیس کے استعمال پر دباؤ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

اس صورتِ حال میں حکمران موسمِ گرما میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کو بھول جاتے ہیں اور آئندہ سال کے لئے بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے بچنے کے انتظامات کرنے کے بجائے گیس کے بحران اور اس کی لوڈ شیڈنگ کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

گذشتہ سالوں میں بھی سوئی گیس کی جزوی اور غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ جاری رہا، متعدد علاقوں میں گیس کا پریشر انتہائی کم ہونے کی وجہ سے گھنٹوں تک گیس کی آمد نہیں ہو پاتی تھی، اور بعض علاقوں میں اچانک درمیان میں گیس کا سلسلہ کچھ وقت کے لئے منقطع ہونے سے گیزر اور ہیٹر وغیرہ بند ہو کر تکلیف و ایذاء رسانی کا سبب بنتے تھے۔

اور اس وجہ سے بعض واقعات ایسے بھی پیش آتے رہے، کہ سوتے وقت گیس منقطع ہونے سے اور پھر جاری ہونے پر دم گھٹنے کی وجہ سے کئی معصوم جانیں موت کے منہ میں چلی گئیں۔

اور اس مرتبہ حکومت کی طرف سے CNG اسٹیشنوں کو ہفتہ وار ایک بلکہ دو یوم کے لئے گیس کی سپلائی منقطع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، جس پر عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ ہمارے یہاں ایسے قوانین مرتب کئے جاتے ہیں کہ جن سے غریب عوام ہی مشکلات و تکالیف کا تختۂ مشق بنتے ہیں اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کی موجودہ پالیسی سے بھی غریب عوام ہی زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔

کیونکہ مالدار طبقہ کو تو گیس کے بجائے پٹرول اور ڈیزل کے ایندھن کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت ہوتی ہے، مگر غریب عوام اور بالخصوص گیس آٹو رکشہ اور ٹیکسی وغیرہ چلا کر اپنی دال روٹی کا بندوبست کرنے والے طبقہ کے ہاں اولاً تو پٹرول کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو اس کا اثر بھی گھما پھرا کر غریبوں پر ہی پڑتا ہے، کیونکہ غریب مسافروں کو پٹرول کے اخراجات پر کرایہ ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اور یہ سب کچھ مشکلات تو ان غریب لوگوں کے لئے ہیں کہ جو گیس نہ ہونے پر پٹرول سے گاڑی چلانے کے متبادل طریقہ کو بامر مجبوری اختیار کر سکتے ہیں، لیکن جن غریبوں کی گاڑیوں میں پٹرول سے چلنے کا انتظام ہی نہیں ان کو تو کام کاج چھوڑ کر بیٹھے رہنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں۔

پھر اوپر سے ایک آدھ یوم کے بجائے ہفتہ میں لگاتار دو دنوں تک CNG اسٹیشنوں پر گیس کی بندش سے غریبوں کو یہ پریشانی بھی لاحق ہے کہ ان کی گاڑیوں میں اتنے بڑے سلنڈر نصب نہیں ہیں کہ وہ دو دنوں تک کی ضرورت کا اسٹاک جمع کر کے رکھ سکیں، جبکہ مالداروں کے پاس پٹرول کے اخراجات مہیا ہونے کے علاوہ بڑے سلنڈروں کی شکل میں گیس کے ذخیرہ کرنے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

اس مختصر جائزہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے ملک میں قانون سازی کرتے وقت غریبوں کا کتنا لحاظ کیا جاتا ہے۔

اگر حکمرانوں اور اہل حل وعقد کو غریبوں کے حقوق کی پاسداری کا کچھ بھی لحاظ ہو تو انہیں خدا کا خوف کرتے ہوئے اس قسم کی قانون سازی کرنے کے بجائے ان امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے، کہ جس کے نتیجہ میں غریب عوام کی تکالیف کم ہوں نہ کہ زیادہ۔

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۳ آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۳) مفتی محمد رضوان

یہودیوں کا جادو کرنا

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ. وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ. وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ. وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ. فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ. وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ. وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ. لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۱۰۲) وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ. لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۱۰۳)

ترجمہ: اور (یہودی) پیچھے پڑ گئے اس (جادوئی) علم کے جو سلیمان کی بادشاہت کے زمانے میں شیاطین پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا، لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور (یہودی) اس علم کے پیچھے پڑ گئے، جو شہر بابل میں دو ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا، اور یہ دونوں فرشتے کسی کو اس وقت تک وہ جادو نہیں سکھاتے تھے، جب تک وہ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو صرف آزمائش کے لئے ہیں، سو تو کفر مت کر، پھر بھی یہ لوگ ان دونوں فرشتوں سے وہ جادو سیکھتے تھے، جس کے ذریعہ سے آدمی اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کر دیں، حالانکہ وہ اس جادو کے ذریعہ سے کسی کو بھی اللہ کی مشیت کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو اُن کے لئے نقصان دہ تھیں، اور ان کے لئے فائدہ مند نہ تھیں۔

اور ان کو اس چیز کا بھی علم تھا کہ جو شخص ان چیزوں کو اختیار کرے گا، اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا، اور وہ چیز بہت بری تھی، جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کر لیا،

Idara Ghufran

کاش کے ان کو (صحیح) سمجھ ہوتی (۱۰۲) اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو اللہ کی طرف سے ملنے والا ثواب کہیں زیادہ بہتر ہوتا، کاش کہ ان کو (صحیح) سمجھ ہوتی (۱۰۳)

تفسیر وتشریح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ایک اور بدعملی کو بیان فرمایا ہے، وہ یہ کہ یہودی جادو کے پیچھے پڑ گئے تھے، جبکہ وہ جائز نہیں تھا، خاص کر اگر جادو میں شرک وکفر کی کوئی بات شامل ہو، تو ایسا جادو کفر میں داخل ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں کچھ شیاطین نے، جن میں انسان اور جنات دونوں شامل ہوسکتے ہیں، بعض یہودیوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا سارا راز جادو میں ہے، اور اگر تم جادو سیکھ لوگے تو تمہیں بھی حیرت انگیز اقتدار اور سلطنت مل جائے گی۔

چنانچہ یہ لوگ جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں لگ گئے، حالانکہ جادو پر عمل کرنا نہ صرف ناجائز تھا، بلکہ اس کی بعض قسمیں کفر تک پہنچتی تھیں۔

دوسرا غضب یہودیوں نے یہ کیا کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر قرار دے کر ان کے بارے میں یہ مشہور کردیا کہ انہوں نے آخری عمر میں بتوں کو پوجنا شروع کردیا تھا، ان کے بارے میں یہ جھوٹی داستانیں انہوں نے اپنی مقدس کتابوں میں شامل کردیں، جو آج تک بائبل میں درج چلی آتی ہیں۔

چنانچہ بائبل کی کتاب سلاطین اول ۱۱- تا ۲۱ میں ان کے معاذ اللہ مرتد ہونے کا بیان آج بھی موجود ہے۔

قرآن مجید نے اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر اس ناپاک بہتان کی تردید فرمائی ہے، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید پر یہ الزام لگایا ہے، کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے ماخوذ ہے، وہ کتنا غلط الزام ہے۔

یہاں قرآن مجید صریح الفاظ میں یہود ونصاریٰ کی محرّف کتابوں کی تردید کررہا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا، جس سے وہ یہ خود معلوم کرسکتے کہ یہودیوں کی کتابوں میں کیا لکھا ہے، اس بات کا علم آپ کو وحی کے سوا کسی اور راستے سے نہیں ہوسکتا تھا۔

لہٰذا یہ آیت بذاتِ خود آپ کے صاحبِ وحی رسول ہونے کی واضح دلیل ہے، کہ آپ نے نہ صرف یہ بتلایا کہ یہودیوں کی کتابوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر کیا بہتان لگایا گیا ہے، بلکہ پوری مضبوطی اور وثوق

سے اس کی تردید فرمائی ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَا رُوْتَ.

بابل عراق کا مشہور شہر تھا، ایک زمانے میں وہاں جادو کا بڑا چرچا ہوگیا تھا، اور یہودی بھی اس ناجائز کام میں بری طرح ملوث ہوگئے تھے، انبیائے کرام اور دوسرے نیک لوگ انہیں جادو سے منع کرتے، تو وہ بات نہ مانتے تھے، اس سے بھی خطرناک بات یہ تھی کہ لوگوں نے جادوگروں کے شعبدوں کے معجزے کے مثل وہم پلّہ سمجھ کر انہیں اپنا دینی مقتدا بنالیا تھا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دوفرشتے جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا، دنیا میں انسانی شکل میں بھیجے، تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کریں، اور یہ بتائیں کہ معجزات سے ان کا کوئی تعلق نہیں، معجزہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، جس میں کسی ظاہری سبب کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس کے برعکس جادو کے ذریعے جو کوئی شعبدہ دکھایا جاتا ہے، وہ اسی عالمِ اسباب کا حصہ ہے، یہ بات واضح کرنے کے لئے ان فرشتوں کو جادو کے مختلف طریقے بھی بتانے پڑتے تھے، تاکہ یہ دکھایا جاسکے کہ کس طرح وہ سبب اور مسبب کے رشتے سے منسلک ہیں، لیکن جب وہ فرشتے ان طریقوں کی تشریح کرتے تو ساتھ ساتھ لوگوں کو متنبہ بھی کردیتے تھے کہ یادرکھو یہ طریقے ہم اس لئے نہیں بتارہے کہ تم ان پر عمل شروع کردو، بلکہ اس لئے بتارہے ہیں کہ تم پر جادو اور معجزے کا فرق واضح ہو، اور تم جادو سے پرہیز کرو، اس لحاظ سے ہمارا وجود تمہارے لئے ایک امتحان ہے، کہ ہماری باتوں کو سمجھ کر تم جادو سے پرہیز کرتے ہو، یا ہم سے جادو کے طریقے سیکھ کر ان پر عمل شروع کردیتے ہو۔

یہ کام انبیاء کے بجائے فرشتوں سے بظاہر اس بناپر لیا گیا کہ جادو کی تعلیم دینا، خواہ صحیح مقصد سے کیوں نہ ہو، انبیائے کرام کی شانِ عالی کے لائق نہیں تھا، اور فرشتے چونکہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کے مکلّف نہیں ہوتے، اور اسی لئے ان سے بہت سے ایسے تکوینی کام لئے جاسکتے ہیں، کہ جو تشریعی اعتبار سے بظاہر ناجائز ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

بہرحال! نافرمان لوگوں نے ان فرشتوں کی طرف سے دی ہوئی ہدایات کو تو نظرانداز کردیا، اور جادو کرنا شروع کردیا، اور وہ بھی ایسے گھناؤنے مقاصد کے لئے جو ویسے بھی حرام تھے، مثلاً میاں بیوی میں پھوٹ ڈال کر نوبت طلاق تک پہنچادینا۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ .

اس میں ایک اور اصولی غلطی کو واضح کیا جارہا ہے، اور وہ یہ کہ جادو پر ایمان رکھنے والے یہ سمجھتے تھے کہ جادو میں بذاتِ خود ایسی تاثیر موجود ہے، جس سے مطلوبہ نتیجہ خود بخود اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر برآمد ہوجاتا ہے، گویا اللہ چاہے یا نہ چاہے، وہ نتیجہ پیدا ہوکر رہے گا۔

اور یہ عقیدہ کفر تھا، اس لئے یہ واضح کردیا گیا کہ دنیا کے دوسرے اسباب کی طرح جادو بھی صرف ایک سبب کے درجہ کی چیز ہے، اور دنیا میں کوئی سبب بھی اس وقت تک اپنا مسبب یا نتیجہ ظاہر نہیں کرسکتا، جب تک کہ اس کے ساتھ اللہ کی مشیت نہ ہوجائے، کائنات کی کسی چیز میں بذاتِ خود نہ کسی کو نفع پہنچانے کی طاقت ہے، نہ نقصان پہنچانے کی، لہٰذا اگر کوئی ظالم کسی پر ظلم کرنا چاہتا ہے، تو وہ اللہ کی قدرت اور مشیت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، البتہ چونکہ یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے، اس لئے یہاں اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کوئی گناہ کرنا چاہتا ہے، یا کسی پر ظلم کرنا چاہتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ تکوینی مصلحت کے مطابق سمجھتے ہیں، تو اپنی مشیت اس کے ساتھ شامل فرمادیتے ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ کو وہ کام پسند نہ ہو، اسی کے نتیجے میں ظالم کو گناہ اور مظلوم کو ثواب ملتا ہے، ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو تو امتحان کیسے ہو؟

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی پسند و رضا میں فرق یہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت حسبِ مصلحت اچھے برے ہر کام سے متعلق ہوسکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی پسند و رضا صرف جائز اور ثواب کے کاموں کے کے ساتھ خاص ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ہاروت اور ماروت فرشتوں کا ایک لمبا قصہ بھی نقل کیا ہے، جس میں ان فرشتوں کے شراب پینے اور بت کو سجدہ کرنے وغیرہ کا ذکر ہے، مگر اولاً تو بعض علماء نے اس قصہ کو اصولِ دین اور قواعدِ شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے اس قصہ میں مذکور اصولِ دین اور قواعدِ شریعت کے خلاف مذکورہ باتوں کی مناسب توجیہ وتاویل فرمائی ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ ہاروت و ماروت سے متعلق مذکورہ آیات کی تفسیر اس قصہ کے ماننے پر موقوف نہیں، اور اس قصہ کے بعض حصے عوام کی سمجھ سے بالاتر اور ان کے لئے مختلف شکوک وشبہات کا باعث ہیں (معارف القرآن ادریسی ملخصاً) اس لئے ہم نے اس قصہ کو ذکر نہیں کیا۔

درسِ حدیث		مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

استسقاء کی دعا اور نماز کا بیان (دوسری وآخری قسط)

(۲)......نماز کے بعد خطبہ کا طریقہ اور اس کا ثبوت

استسقاء کی نماز میں دوسرا عمل خطبہ ہے، جو کہ احادیث سے ثابت ہے۔

استسقاء کی نماز میں خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے، یا نماز کے بعد؟

اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض میں پہلے پڑھنے اور بعض میں بعد میں پڑھنے کا ذکر ہے۔

لیکن جمہور فقہائے کرام نے دلائل میں غور وفکر کرتے ہوئے اور استسقاء کی نماز کی عیدین کی نماز کے ساتھ مشابہت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعد میں خطبہ پڑھنے کی روایات کو ترجیح دی ہے۔

اگر کوئی خطبہ استسقاء کی نماز سے پہلے پڑھ لے، تب بھی کوئی گناہ نہیں، مگر افضل یہی ہے کہ خطبہ بعد میں پڑھا جائے۔ [۱]

(۱)......حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم -يَسْتَسْقِي فَخَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ.(سنن دارقطني حديث نمبر ١٨٢٥)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے، اور استسقاء کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر جب دعا کا ارادہ فرمایا، تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا، اور اپنی چادر کو پلٹا (ترجمہ ختم)

---

[۱] گویا کہ قبل از خطبہ کی روایات بیانِ جواز پر محمول ہیں، اور بعض حضرات نے اختلافِ روایات اختلافِ واقعات پر محمول فرمایا ہے۔
(ملاحظه هو: فتح البارى لابنِ حجر، باب الدعاء فى الاستسقاء قائما؛ عمدة القارى للعينى، باب الاستسقاء فى المصلى و باب تحويل الرداء فى الاستسقاء؛ اعلاء السنن ج٨ص ١٨٦، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة؛ الحجة على أهل المدينة، لمحمد بن الحسن الشيبانى، باب الاستسقاء)

Idara Ghufran

(۲)......اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا یَسْتَسْقِی فَصَلَّی بِنَا رَکْعَتَیْنِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰہَ وَحَوَّلَ وَجْہَہُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا یَدَیْہِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَاءَہُ فَجَعَلَ الْأَیْمَنَ عَلَی الْأَیْسَرِ وَالْأَیْسَرَ عَلَی الْأَیْمَنِ (ابن ماجة، حدیث نمبر ۱۲۵۸، باب مَا جَاءَ فِی صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک دن استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پھر ہمیں بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر ہمیں خطبہ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنے چہرہ کو قبلہ کی طرف فرمالیا، پھر اپنی چادر کو پلٹا، دائیں حصہ کو بائیں (کاندھے پر) اور بائیں حصہ کو دائیں (کاندھے) پر کرلیا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ محدثین کا کچھ کلام ہے، لیکن دیگر روایات اور جمہور کے اس حدیث کے مطابق عمل ہونے کی وجہ سے وہ ضعف نقصان دہ نہیں (تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنہاج، باب صلاۃ الاستسقاء)

(۳)......اور حضرت عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَی الْمُصَلَّی وَاسْتَسْقَی ، وَحَوَّلَ رِدَاءَہُ حِینَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ "، قَالَ إِسْحَاقُ فِی حَدِیثِہِ : وَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَا (مسند احمد حدیث نمبر ۱٦٤٦٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ استسقاء کی نماز کے لئے نماز کی جگہ تشریف لے گئے، اور اپنی چادر کو قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے پلٹا۔ اسحاق راوی نے اپنی روایت میں یہ بھی فرمایا اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا فرمائی (ترجمہ ختم)

ابو اسحاق کی یہ روایت بھی جمہور کے موافق ہے (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبي ، ابواب الاستسقاء، باب الخروج إلى المصلى لصلاة الإستسقاء ، وكيفية العمل فيها)

(۴)......حضرت محمد بن ہلال فرماتے ہیں کہ:

أَنَّہُ شَہِدَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیزِ فِی الِاسْتِسْقَاءِ بَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، قَالَ :

Idara Ghufran

وَرَأَيْتُهُ اسْتَسْقَى فَحَوَّلَ رِدَاءَهُ (مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر ۸۴۲۵)

ترجمہ: وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی استسقاء میں شریک ہوئے، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

اور میں نے ان کو دیکھا کہ آپ استسقاء کررہے تھے، پھر اپنی چادر کو پلٹا تھا (ترجمہ ختم)

(۵)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نمازِ استسقاء میں خطبہ کی مختلف احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فَفِي هٰذِهِ الْآثَارِ ذِكْرُ الْخُطْبَةِ مَعَ ذِكْرِ الصَّلَاةِ ,فَثَبَتَ بِذٰلِكَ أَنَّ فِي الِاسْتِسْقَاءِ خُطْبَةً ,غَيْرَ أَنَّهُ قَدِ اخْتُلِفَ فِي خُطْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى كَانَتْ .فَفِي حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ,وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ ,وَفِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ خَطَبَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَنَظَرْنَا فِي ذٰلِكَ ,فَوَجَدْنَا الْجُمُعَةَ فِيهَا خُطْبَةٌ وَهِيَ قَبْلَ الصَّلَاةِ , وَرَأَيْنَا الْعِيدَيْنِ فِيهِمَا خُطْبَةٌ وَهِيَ بَعْدَ الصَّلَاةِ كَذٰلِكَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ .فَأَرَدْنَا أَنْ نَنْظُرَ فِي خُطْبَةِ الِاسْتِسْقَاءِ بِأَيِّ الْخُطْبَتَيْنِ هِيَ أَشْبَهُ ؟ فَنَعْطِفُ حُكْمَهَا عَلَى حُكْمِهَا .فَرَأَيْنَا خُطْبَةَ الْجُمُعَةِ فَرْضًا , وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ مُضَمَّنَةٌ بِهَا لَا تُجْزِءُ إِلَّا بِإِصَابَتِهَا ,وَرَأَيْنَا خُطْبَةَ الْعِيدَيْنِ لَيْسَتْ كَذٰلِكَ لِأَنَّ صَلَاةَ الْعِيدَيْنِ تُجْزِءُ أَيْضًا وَإِنْ لَمْ يَخْطُبْ ,وَرَأَيْنَا صَلَاةَ الِاسْتِسْقَاءِ تُجْزِءُ أَيْضًا وَإِنْ لَمْ يَخْطُبْ .أَلَا تَرَى أَنَّ إِمَامًا لَوْ صَلَّى بِالنَّاسِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ وَلَمْ يَخْطُبْ كَانَتْ صَلَاتُهُ مُجْزِئَةً غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ أَسَاءَ فِي تَرْكِهِ الْخُطْبَةَ فَكَانَتْ بِحُكْمِ خُطْبَةِ الْعِيدَيْنِ أَشْبَهَ مِنْهَا بِحُكْمِ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ . فَالنَّظَرُ عَلَى ذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ مَوْضِعُهَا مِنْ صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ مِثْلَ مَوْضِعِهَا مِنْ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ فَثَبَتَ بِذٰلِكَ أَنَّهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ لَا قَبْلَهَا .وَهٰذَا مَذْهَبُ أَبِي يُوسُفَ .(شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء کیف ھو)

ترجمہ: پس ان روایات میں نمازِ استسقاء کے ساتھ خطبہ کا ذکر ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ استسقاء کی نماز میں خطبہ ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کب پڑھا تھا؟ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن زید کی حدیث میں تو نماز سے پہلے خطبہ کا ذکر ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز کے بعد

خطبہ کا ذکر ہے،اس لئے ہمیں ترجیح دینے کے لئے غور فکر کی ضرورت پیش آئی۔پس ہم نے جمعہ کی نماز میں خطبہ کو نماز سے پہلے پایا،اور عیدین کی نماز میں خطبہ کو نماز کے بعد پایا،اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔پھر ہم نے یہ دیکھا کہ استسقاء کے خطبہ کو ان مذکورہ دونوں خطبوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ مشابہت حاصل ہے؟ تاکہ ہم اس کو بھی اس کے حکم کا درجہ دیں۔تو ہم نے جمعہ کے خطبہ کو فرض پایا،اور جمعہ کی نماز کو اس کے ساتھ اس طرح وابستہ پایا کہ خطبہ کے صحیح ہوئے بغیر جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوتی،اور عیدین کا خطبہ ایسا نہیں ہے،اس لئے کہ عیدین کی نماز خطبہ کے بغیر بھی جائز ہو جاتی ہے۔اور ہم نے استسقاء کی نماز کو بھی ایسا ہی پایا کہ وہ بھی خطبہ کے بغیر جائز ہو جاتی ہے۔

کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اگر امام لوگوں کو استسقاء کی نماز پڑھادے اور خطبہ نہ دے تو بھی استسقاء کی نماز جائز ہو جاتی ہے،البتہ خطبہ کا چھوڑنا بُرا شمار ہوتا ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ عیدین کا خطبہ استسقاء کے خطبہ کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے،بنسبت جمعہ کے خطبہ کے۔تو اس پر غور کرتے ہوئے استسقاء کی نماز کے خطبہ کا مقام عیدین کی نماز کے خطبہ والا ہی مقام ہوگا(یعنی نماز کے بعد) تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خطبہ استسقاء کی نماز کے بعد ہونا چاہئے نہ کہ پہلے،اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ (بلکہ جمہور فقہاء) کا یہی مذہب ہے(ترجمہ ختم)

(۳)......خطبہ کے بعد دعا کا طریقہ اور اس کا ثبوت

نمازِ استسقاء میں تیسرا اور آخری عمل دعا ہے،جس کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہے۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّي وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ (بخاری، حدیث نمبر ۹۷۲،کتاب الاستسقاء،بَاب اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ)

ترجمہ: نبی ﷺ نمازِ استسقاء پڑھنے کی جگہ کی طرف نکلے،جہاں آپ استسقاء کی نماز ادا فرما رہے تھے،اور جب آپ دعا فرماتے یا دعا کا ارادہ فرماتے،تو قبلہ کی طرف رخ فرمالیتے،

اور اپنی چادر کو پلٹ لیتے (ترجمہ ختم)

(۲)......اور نسائی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَسْقَی وَحَوَّلَ رِدَاءَہُ حِینَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ(سنن النسائی ،حدیث نمبر ۱۵۱۰ ، باب مَتَی یُحَوِّلُ الْإِمَامُ رِدَاءَہُ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور بارش طلب کی، اور اپنی چادر کو پلٹا جب قبلہ کی طرف (دعا کرنے کے لئے) رخ کیا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ سے فارغ ہوکر امام کو چاہئے کہ قبلہ رخ کھڑے ہوکر اپنی اوڑھی ہوئی چادر کو پلٹ دے۔

(۳)......حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضور ﷺ کے استسقاء کے بارے میں ہے کہ:

وَحَوَّلَ رِدَاءَہُ فَجَعَلَ عِطَافَہُ الْأَیْمَنَ عَلَی عَاتِقِہِ الْأَیْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَہُ الْأَیْسَرَ عَلَی عَاتِقِہِ الْأَیْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ.(ابوداؤد ، حدیث نمبر ۱۱۶۵ ،جماع ابواب الاستسقاء)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر کو پلٹا، اپنی چادر کے دائیں حصے کو اپنے بائیں کاندھے پر اور بائیں حصے کو دائیں کاندھے پر کرلیا، پھر اللہ عزوجل سے دعا کی (ترجمہ ختم)

(۴)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اسْتَسْقَی رَسُولُ اللّٰہِ -صلی اللّٰہ علیہ وسلم- وَعَلَیْہِ خَمِیصَۃٌ لَہُ سَوْدَاءُ فَأَرَادَ رَسُولُ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم- أَنْ یَأْخُذَ بِأَسْفَلِہَا فَیَجْعَلَہُ أَعْلاَہَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَبَہَا عَلَی عَاتِقِہِ(ابوداؤد ، حدیث نمبر ۱۱۶۶ ،جماع ابواب الاستسقاء)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے استسقاء فرمایا، اور آپ نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ چاہا کہ اس کے نیچے والے حصہ کو پکڑ کر اوپر کردیں، لیکن جب آپ کو یہ عمل دشوار معلوم ہوا، تو آپ نے اس کو اپنے کندھے پر پلٹ دیا (ترجمہ ختم)

(۵)......اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ، فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ أَعْلَاهَا، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ فَقَلَبَهَا عَلَيْهِ الْأَيْمَنُ عَلَى الْأَيْسَرِ، وَالْأَيْسَرُ عَلَى الْأَيْمَنِ (مسند احمد حديث نمبر ۱۶۴۶۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے استسقاء فرمایا، اور آپ نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ چاہا کہ اس کے نیچے والے حصہ کو پکڑ کر اوپر کر دیں، لیکن جب آپ کو یہ عمل دشوار معلوم ہوا، تو آپ نے اس کو اپنے اوپر اس طرح پلٹ دیا کہ اس کے دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر، اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کر دیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اوڑھی ہوئی چورس چادر کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر لیں، لیکن جب اس عمل میں کچھ دشواری محسوس فرمائی تو اوڑھی ہوئی چادر کے دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کر لیا (مرقاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء)

(۲)......اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ:

ثُمَّ تَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَقَلَبَهُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ، وَتَحَوَّلَ النَّاسُ مَعَهُ

(مسند احمد حديث نمبر ۱۶۴۶۵)

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور اپنی چادر کو پلٹا، اور اس کے اندر والے حصہ کو باہر کر دیا، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی قبلہ کی طرف رُخ کیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قبلہ کی طرف دعا کے لئے متوجہ ہوئے، تو سب لوگ بھی دعا کے لئے قبلہ کی طرف صحیح طرح متوجہ ہو گئے (اعلاء السنن ج ۸ ص ۱۸۴، ۱۸۵ باب الاستسقاء بالدعاء و بالصلاۃ)

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر کے اندر کے حصہ کو باہر کی طرف کیا، اور باہر کے حصہ کو اندر کی طرف کیا۔

اس سے پہلی روایات میں تو نیچے کے حصہ کو اوپر اور دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں حصہ کو دائیں پر کرنے کا ذکر تھا، اور اس روایت میں اندر کے حصہ کو باہر کرنے کا بھی ذکر ہے۔

اسی وجہ سے تمام روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ چادر چورس ہونے کی صورت میں نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کرنے کے ساتھ ساتھ دائیں کو بائیں اور بائیں

کو دائیں پر کرنا چاہئے (تاکہ تقلیب اور تنکیس دونوں پر عمل ہو جائے)

اور اگر چادر گول ہو تو صرف دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں حصہ کو دائیں پر کرلینا کافی ہے۔

(شرح السنة للامام البغوی، تحت حدیث رقم ۱۱۶۱؛ فتح الباری لابنِ حجر ،باب تحویل الرداء فی الاستسقاء؛ المجموع شرح المهذب للنووی ، ج۵ ص۷۸،۷۹)

اور ویسے تو جس طرح بھی چادر کو پلٹنے کا مذکورہ عمل کرلیا جائے، جائز ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ چادر کے چورس ہونے کی صورت میں مذکورہ طریقہ پر چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اپنے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے لے جا کر دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کا کونہ پکڑے، اور دائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے بائیں جانب کے نیچے والے کونے کو دائیں کندھے پر، اور بائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دائیں جانب کے نیچے والے کونے کو بائیں کندھے پر لے آئے، بشرطیکہ دشواری نہ ہو (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الاستسقاء)

اور دشواری ہونے کی صورت میں دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں پر کرلینا کافی ہے، بلکہ بہت سے حضرات نے تکلف سے بچتے ہوئے اسی طریقہ کو سنت قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں مزید مسائل آگے آرہے ہیں۔

(۷)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اسْتَسْقَى رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ لِيَتَحَوَّلَ الْقَحْطُ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۱۲۱۶ ،وقال الحاکم هذا حدیث صحیح الإسناد و لم یخرجاه،سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۸۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے استسقاء فرمایا، اور اپنی چادر کو پلٹا تاکہ قحط (وخشک سالی) پلٹ جائے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چادر پلٹنے کی حکمت یہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ خشک سالی کو تبدیل فرمادیں۔ گویا کہ چادر پلٹنے میں اللہ تعالیٰ سے نیک فالی حاصل کرنا ہے۔

(شرح ابی داؤد للعینی ،جماع أبواب صلاۃ الاستسقاء وتفریعها)

استسقاء میں جس طرح توبہ واستغفار کے ذریعہ سے اپنے باطن کو بدلا جاتا ہے، اسی طرح چادر پلٹ کر اپنے ظاہر کو بھی بدلا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت کے بدلنے سے قحط اور خشک سالی کو بھی

تبدیل فرمادیں۔

(۸)......حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَأَى النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم -يَسْتَسْقِى عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيبًا مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُو يَسْتَسْقِى رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ لاَ يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ. (ابو داؤد ، حديث نمبر ۱۱۷۰، كتاب الاستسقاء)

ترجمہ: انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ زوراء کے قریب احجارِ زیت نامی جگہ پر کھڑے ہوکر بارش طلب کرنے کے لئے دعا فرمارہے تھے، اوراپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سامنے اٹھارکھا تھا، جو سر سے اونچے نہیں تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی دعا کے لئے ہاتھ اونچے اٹھانا چاہئے لیکن اتنے اوپر نہیں اٹھانا چاہئے کہ سر سے اوپر نکل جائیں، بس سر تک اٹھانا کافی ہے (شرح ابی داؤد للعینی، باب: رفع الیدین فی الاستسقاء؛ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الاستسقاء)

(۹)......اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم -اسْتَسْقَى فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ

(مسلم، حديث نمبر ۲۱۱۲ ،باب رفع اليدين بالدعاء فى الاستسقاء)

ترجمہ: نبی ﷺ نے بارش کی دعا کی، پھر اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرلی۔

(۱۰)......اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم -كَانَ يَسْتَسْقِى هَكَذَا يَعْنِى وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ بُطُونَهُمَا مِمَّا يَلِى الأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ. (ابو داؤد ، حديث نمبر ۱۱۷۳، كتاب الاستسقاء)

ترجمہ: نبی ﷺ اس طریقہ سے بارش طلب فرمایا کرتے تھے، پھر اپنے ہاتھوں سے اس کا طریقہ بتلایا کہ ہاتھوں کو پھیلادیا، اوران کے اندرونی حصہ کو زمین کی طرف کرلیا، یہاں تک کہ میں نے بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا (ترجمہ ختم)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ دوسری عام دعاؤں

سے مختلف ہے، کہ اس میں ہاتھ الٹے کر کے دعا کرنی چاہئے، اور اس کی وجہ بھی وہی نیک فالی ہے، جو چادر پلٹنے کے بارے میں گزری (شرح النووی علی مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ الاستسقاء والتعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم)

نمازِ استسقاء کے طریقہ کا خلاصہ

بارش طلب کرنے کا دوسرا طریقہ نمازِ استسقاء پڑھنا ہے۔

نماز استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ علاقے کے مسلمان (جس قدر بھی ممکن ہوں) آبادی کے باہر کسی میدان میں (اور آبادی سے باہر مشکل ہو، تو شہر ہی کے کسی کھلے میدان میں) جمع ہوں، معمولی لباس پہن کر جائیں، دلوں میں اللہ کا خوف اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کا استحضار اور احساس ہو، عجز وانکسار سے گردنیں جھکی ہوئی ہوں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو۔

میدان میں پہنچ کر امام نماز کے لئے اپنے مصلے پر کھڑا ہو، اور اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعت جہری قرأت کے ساتھ پڑھائے۔

نماز کے فوراً بعد دعا کرنے کے بجائے عید کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں، عربی خطبہ میں امام لوگوں کے سامنے عربی میں گناہوں سے توبہ کرنے اور بچنے اور حقوق العباد ادا کرنے کے مضامین بیان کرے۔ [۱]

خطبہ سے فارغ ہو کر امام قبلہ رخ کھڑے ہو کر بطور تفاؤل (نیک فالی) کے اپنی اوڑھی ہوئی چادر پلٹ دے۔ اور چادر پلٹنے کا طریقہ پیچھے بیان کیا جا چکا۔

اور یہ چادر پلٹنا بطور تفاؤل (یعنی نیک فالی) کی غرض سے ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ خشکی کو تَری سے تبدیل فرمادیں۔ پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے کھڑے آہ وبکا کے ساتھ سر تک اونچے اور الٹے ہاتھ کر کے آہستہ اور بلند آواز سے دعا کرے۔ اور ہاتھوں کو الٹا کرنے کا مقصد بھی تفاؤل (یعنی نیک فالی) ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت کو تبدیل فرمادیں۔

اور مقتدی قبلہ رو بیٹھ کر خشوع وخضوع کے ساتھ امام کی طرح ہاتھ بلند اور الٹے کر کے دعا میں مشغول ہو جائیں، اور امام کی دعا پر آمین، آمین کہتے رہیں اور گڑگڑا کر دعا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ دریائے

---

۱ مگر عید کے خطبہ میں جو اضافی تکبیرات مستحب ہیں، استسقاء کے خطبہ میں یہ تکبیرات مستحب نہیں۔

وقال محمد بن الحسن أرى أن يصلي الإمام في الاستسقاء نحوا من صلاة العيد يبدأ بالصلاة قبل الخطبة ولا يكبر فيها كما يكبر في العيدين (الاصل للشيباني ، باب صلاة الاستسقاء)

رحمت جوش میں آجائے اور بامراد لوٹیں، اور مسنون وماثورہ دعائیں جو بارش سے متعلق روایات میں آئی ہیں وہ کی جائیں، یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی اس مطلب کی دعائیں کی جاسکتی ہیں (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء)

چند متعلّقہ مسائل

مسئلہ۱:......استسقاء کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کی دعا کرنا ہے، اور توبہ واستغفار دعا کی روح ہے۔

اور بارش رکنے کا اصل سبب گناہوں کی کثرت ہے، اور توبہ واستغفار سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے جس چیز کی دعا مطلوب ومقصود ہو، اس سے پہلے توبہ واستغفار کرنا دعا کے آداب میں سے ہے، اور اس سے دعا کی قبولیت میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

اور استسقاء کی نماز بارش طلب کرنے کا کامل طریقہ ہے۔

اس لئے استسقاء کی دعا اور نماز سے پہلے توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(فتح الملهم ج۲ ص ۴۴۰، کتاب صلاة الاستسقاء؛ فتح الباری -ابن حجر، باب التوبة أشار؛ نوادر الأصول فی أحاديث الرسول، الأصل الثالث والأربعون والمائتان)

اور امام کو چاہئے کہ استسقاء سے پہلے لوگوں کو توبہ واستغفار کے اہتمام کی طرف متوجہ کرے۔

مسئلہ۲:......بارش رکنے اور پیداوار کی قلت کا ایک اہم سبب زکاۃ کا ادا نہ کرنا ہے، اور صدقہ کے بلاء اور قحط کے دور کرنے میں خاص تاثیر ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

وَلا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلا حُبِسَ عَنهُمُ الْقَطْرُ (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۱۰۸۳۰)

ترجمہ: جو لوگ بھی زکاۃ کو روکتے ہیں (یعنی ٹھیک ادا نہیں کرتے) تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَلا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ اِلَّا حَبَسَ اللهُ عَنهُمُ الْقَطْرَ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۲۵۷۷)

ترجمہ: اور جو قوم بھی زکاۃ کو روکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللہُ بِالسِّنِیْنَ (الطَّبَرَانِیُّ فِی الْأَوْسَطِ ،حدیث نمبر ۴۵۷۷،تحت من اسمه عبدان)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم نے بھی زکاۃ کو روکا تو اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں مبتلا فرمادیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

اِذَا رَأَیْتَ الْمَطَرَ قَدْ قَحِطَ فَاعْلَمْ اَنَّ الزَّكَاةَ قَدْ مُنِعَتْ (شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۳۱۶۲)

ترجمہ: جب آپ دیکھیں کہ بارش کا قحط واقع ہوگیا ہے، تو آپ جان لیں کہ زکاۃ روک لی گئی ہے (یعنی لوگ زکاۃ ادا نہیں کررہے) (ترجمہ ختم)

اس لئے قحط اور خشک سالی کے وقت بطورِ خاص زکاۃ اور صدقہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔

مسئلہ ۳:......بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ توبہ واستغفار اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ نمازِ استسقاء کے لئے جانے سے پہلے تین دن روزے رکھنا بھی مستحب ہے (اور بعض اہلِ علم حضرات کے بقول چوتھے دن بھی روزے کی حالت میں استسقاء کی نماز کے لئے جانا مستحب ہے)

روزہ رکھنے کا حکم اس لئے ہے تاکہ لوگ پہلے سے ذرا تیار ہوجائیں اور گناہوں سے بچنے اور استغفار اور تضرع کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے، کیونکہ روزے میں یہ تاثیر موجود ہے۔

(اعلاء السنن ج۸ص ۱۹۳، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاۃ)

مسئلہ ۴:......ویسے تو استسقاء کی نماز ایک مرتبہ پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ مستحب وافضل یہ ہے کہ استسقاء کی نماز تین دن لگاتار پڑھی جائے، اور ہر دن توبہ واستغفار اور صدقہ خیرات کا بھی اہتمام کرنا مستحب ہے۔

اور تین دن سے زیادہ استسقاء کی نماز مناسب نہیں (اعلاء السنن ج۸ص۱۹۲، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاۃ)

مسئلہ ۵:......نماز استسقاء کے لئے عاجزی اور خشوع ومسکنت ظاہر کرتے ہوئے اور عام سادہ لباس پہن کر اور زیب وزینت سے بچ کر اور ندامت اور شرمندگی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے توبہ واستغفار

کرتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

مسئلہ۶:......نماز استسقاء کا بہتر اور افضل وقت وہی ہے جو عید کی نماز کا وقت ہے، یعنی سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے، کیونکہ روایات میں استسقاء کی نماز کو عید کی نماز کے مشابہ قرار دیا گیا ہے، نیز حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ایسے ہی وقت نماز استسقاء کے لئے تشریف لے جانا ثابت ہے۔

لیکن اگر استسقاء کی نماز زوال کے بعد پڑھ لی جائے، تو بھی جائز ہے، بلکہ بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک رات کے وقت میں بھی جائز ہے۔

البتہ سورج کے طلوع ہونے، زوال ہونے، اور غروب ہونے کے وقت جائز نہیں۔

اوراسی طرح صبح صادق کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک، اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب ہونے تک بھی مکروہ ہے۔

(الحاوی فی الفقه الشافعی ،القول فی وقت صلاة الاستسقاء ؛ عمدة القاری للعینی، باب تحویل الرداء فی الاستسقاء ؛ المجموع شرح المهذب ج۵ ص ۷۶)

مسئلہ۷:......بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ استسقاء کی نماز میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ یا پہلی رکعت میں سورہ قٓ اور دوسری میں سورہ قمر پڑھی جائے۔

اور استسقاء کی نماز میں حضور ﷺ سے پہلی رکعت میں ''اذا الشّمس کورت'' اور دوسری رکعت میں ''سورہ الضحیٰ'' پڑھنا بھی ثابت ہے۔

اور اگر کوئی دوسری سورت پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ۸:......استسقاء کی نماز آبادی سے باہر کسی کھلی جگہ میں جا کر پڑھنا افضل ہے، تاکہ سب لوگ سَما سکیں۔

لیکن اگر آبادی کے اندر کسی وسیع جگہ استسقاء کی نماز پڑھی جائے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، اور مسجد کی حدود میں بھی استسقاء کی نماز پڑھنا جائز ہے (عمدۃ القاری للعینی، باب الاستسقاء فی المسجد الجامع)

مسئلہ۹:......استسقاء کی نماز صحیح یا جائز ہونے کے لئے شہر یا بڑی آبادی کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ شہر، قصبہ، گاؤں، دیہات اور جنگل میں ہر جگہ استسقاء کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ۱۰:......استسقاء کی نماز کے لئے امام یا لوگوں کا مقیم ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ مسافر ہونے کی

حالت میں بھی استسقاء کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۱:...... استسقاء کی نماز سے فارغ ہوکر امام کو دو خطبے پڑھنا سنت ہے، اور دونوں خطبوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے بیٹھنا بھی سنت ہے،لیکن اس خطبے کے لئے منبر ہونا سنت نہیں۔

خطبہ کے وقت فی نفسہٖ ہاتھ میں عصا (لاٹھی) لینا حضور ﷺ سے ثابت ہے،لیکن علماء نے فرمایا کہ یہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے،لہٰذا اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے،اور اس کو اس کے درجہ سے نہیں بڑھانا چاہئے، ورنہ یہ مکروہ عمل کے زمرے میں داخل ہوجائے گا۔

خطبہ کے درمیان حاضرین کو خاموش اور خطبہ کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے،اور کوئی لغو اور فضول حرکت ممنوع ہے۔

خطبہ میں امام کو چاہئے کہ عربی میں مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات کے لئے استغفار کرے۔

مسئلہ ۱۲:...... استسقاء کی نماز اور خطبہ کے بعد دعا شروع کرنے سے پہلے امام کو اپنی اوڑھی ہوئی چادر کو نیک فال کے طور پر اس طرح پلٹنا چاہئے کہ دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا حصہ دائیں طرف آجائے،اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا نیچے آجائے۔

اور اگر صرف دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا حصہ دائیں طرف کرنے پر اکتفاء کرے، تو بھی بہت سے اہلِ علم کے نزدیک سنت ادا ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۱۳:...... اگر امام نے چادر نہ اوڑھی ہوئی ہو، بلکہ جبہ پہنا ہوا ہو،تو اس کو الٹا کردے کہ اندر کا حصہ باہر اور باہر کا حصہ اندر چلا جائے۔

مسئلہ ۱۴:...... اگر امام نے نہ تو چادر اوڑھی ہوئی ہو، اور نہ جبہ پہنا ہوا ہو، بلکہ سر پر چادر کی طرح کوئی رومال اوڑھ رکھا ہو،تو اس کو پلٹ لینا چاہئے۔

چادر کا پلٹنا صرف امام کے لئے سنت ہے مقتدیوں کے لئے نہیں۔

مسئلہ ۱۵:...... اگر امام استسقاء کی نماز سے پہلے مقامی زبان میں نمازِ استسقاء کی غرض،اس کے طریقہ اور متعلقہ مسائل پر وعظ کردے،تو کوئی حرج نہیں،جیسا کہ عیدین کی نماز سے پہلے بہت سی جگہ اسی طرح کا وعظ مروج ہے۔

مسئلہ ۱۶:...... جس علاقہ میں بارش کی ضرورت ہو،اسی علاقہ کے لوگوں کو استسقاء کی نماز پڑھنی چاہئے۔

البتہ دوسرے علاقے کے لوگ (جنہیں بارش کی ضرورت نہ ہو) بارش کی ضرورت والے علاقے کے لوگوں کے لئے بارش کی دعا کریں، تو بہت ثواب ہے (کذافی امدادالاحکام ج۱ص۸۰۶،فصل فی صلاۃ الکسوف والاستسقاء ومتعلقاتھما؛اعلاء السنن ج۸ص۱۹۲باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاۃ)

مسئلہ۱۷:......استسقاء کی نماز کے لئے بطورِ خاص دیندار اور اہلِ تقویٰ اور بوڑھے لوگوں کو ساتھ لے جانا مستحب ہے۔ [۱]

مسئلہ۱۸:......استسقاء کی دعا میں نیک لوگوں اور بچوں اور بوڑھوں اور کمزوروں اور جانوروں کا توسل اختیار کرنا مستحب ہے۔

یعنی اس طرح دعا کرنا کہ''یا اللہ! نیک لوگوں اور بچوں اور بوڑھوں اور کمزورں اور جانوروں کے طفیل اور توسل سے بارش عطا فرما''۔

(اعلاء السنن ج۸ص۱۹۳، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاۃ ؛ المجموع شرح المھذب ج۵ص۷۰، ۷۱؛ الکافی فی فقہ ابن حنبل لابن قدامۃ ،فصل ویخرج الشیوخ الخ)

مسئلہ۱۹:......جب بادل آتا ہوئے دیکھیں،تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِہٖ

یعنی''اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں،اس کے شر سے،جس کے لئے بھیجا گیا ہے'' (ابنِ ماجۃ، حدیث نمبر ۳۸۷۹، کتاب الدعاء،باب ما یدعو بہ الرجل إذا رأی السحاب والمطر)

اس دعا کی برکت سے بادلوں کے آنے سے خیر حاصل ہوتی ہے،اور اس کے شر سے حفاظت ہوتی ہے۔

مسئلہ۲۰:......جب بارش ہونے لگے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ سَیْبًا نَافِعًا

یعنی''اے اللہ نفع دینے والی بارش برسا''(ابنِ ماجۃ، حدیث نمبر ۳۸۷۹، کتاب الدعاء،باب ما یدعو بہ الرجل إذا رأی السحاب والمطر)

---

[۱] جبکہ بعض نے صبیانِ ممیّزین کے اخراج کو بھی مستحب قرار دیا ہے،اور بہائم وعجائز کے جواز واستحباب میں اختلاف ہے۔ (الکافی فی فقہ ابن حنبل لابن قدامۃ ،فصل ویخرج الشیوخ الخ ؛ الشرح الکبیر لابنِ قدامۃ الحنبلی، ج۲ص۲۸۷؛ الفروع لابن المفلح الحنبلی ، باب صلاۃ الاستسقاء؛ المبدع لابن المفلح الحنبلی ، باب صلاۃ الاستسقاء)

مسئلہ۲۱:...... جب بادل گرجنے کی آواز سنائی دے تو یہ دعا پڑھنی چاہئے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آسمانی بجلی کی زد سے حفاظت فرماتے ہیں:

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلَائِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات کہ گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے، اور فرشتے اس کے خوف سے (تسبیح پڑھتے ہیں) (مؤطاامام مالک، مصنف ابن ابی شیبۃ، سنن بیہقی)

مسئلہ۲۲:...... جب بارش بہت زیادہ ہونے لگے اور اس سے نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھنی سنت ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْآکَامِ وَالْجِبَالِ وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے آس پاس اس کو برسا، اور ہم پر نہ برسا، اے اللہ! چھوٹے ٹیلوں اور پہاڑوں اور درمیانے ٹیلوں اور وادیوں (پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان پانی گزرنے والے نالوں) اور درخت پیدا ہونے کی جگہوں پر برسا (بخاری)

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے ''محرم الحرام'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مرتب: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

درود شریف کے فضائل وآداب (قسط نمبر ۳)

درود شریف مال میں برکت وپاکی کا ذریعہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :صَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَاةً عَلَیَّ زَکَاةٌ لَّکُمْ ، وَسَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ ، قَالُوْا :وَمَا الْوَسِیْلَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ :أَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ ، لاَ یَنَالُھَا إِلاَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ ، أَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ أَنَا ھُوَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ماأعطی اللہ محمد ﷺ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اوپر درود پڑھو، کیونکہ میرے اوپر درود پڑھنا تمہارے لئے زکاۃ ہے، اورتم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وسیلہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں اعلیٰ درجہ ہے، جس کو ایک آدمی ہی حاصل کر سکے گا، اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (آگے آنے والی) حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔

کئی احادیث میں درود شریف پڑھ کر وسیلہ کی دعا کا ذکر اذان کے بعد ہے۔

اور کئی احادیث میں دعائے وسیلہ کے الفاظ بھی مذکور ہیں ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ صَدَقَةٌ ، فَلْیَقُلْ فِیْ دُعَائِہٖ :اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ ، وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ، فَإِنَّھَا لَہٗ زَکَاةٌ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۱۷۵، وقال :ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الإِسْنَادِ ، وَلَمْ یُخَرِّجَاہ،وقال الذھبی فی التلخیص:صحیح ، الادب المفرد للبخاری حدیث نمبر ۶۵۹)

ترجمہ: جس مسلمان آدمی کے پاس صدقہ (کے لئے مال) نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی دعا میں یہ درود شریف پڑھا کرے:

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبۡدِکَ وَرَسُوۡلِکَ ، وَصَلِّ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ ، وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمَاتِ .

(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اے اللہ! محمد ﷺ پر جو آپ کے بندے اور رسول ہیں، رحمت نازل فرما، اور مومن مَردوں اور مومن عورتوں اور مسلم مَردوں اور مسلم عورتوں پر بھی، رحمت نازل فرما'') تو یہ درود اس کے لئے زکاۃ ہوجائے گا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے درود شریف کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی کہ اگر مالی صدقہ کی کسی کو قدرت نہ ہو، تو اس کے حق میں درود شریف صدقہ کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

چنانچہ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ سرخی اور عنوان لگایا ہے:

ذِکۡرُ الۡبَیَانِ بِأَنَّ صَلَاۃَ الدَّاعِیۡ رَبَّہٗ عَلٰی صِفَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِیۡ دُعَائِہٖ تَکُوۡنُ لَہٗ صَدَقَۃً عِنۡدَ عَدَمِ الۡقُدۡرَۃِ عَلَیۡھَا (صحیح ابن حبان ، حوالہ بالا)

ترجمہ: اس بات کے ذکر میں کہ اپنے رب سے دعا کرنے والے کا اپنی دعا میں نبی ﷺ پر درود پڑھنا صدقہ بن جاتا ہے، جبکہ صدقہ پر قدرت نہ ہو (ترجمہ ختم)

بہرحال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس مال نہ ہو، اس کے حق میں درود شریف کا پڑھنا زکاۃ وصدقہ کے قائم مقام ہوجاتا ہے، اور ایسے شخص کو زکاۃ وصدقہ پر مرتب ہونے والے فوائد وبرکات حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مال میں برکت ہوتی ہے، اور گناہوں سے پاکی ومعافی حاصل ہوتی ہے (جاری ہے......)

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط۱)

الٰہی زمانے میں یہ کیسا انقلاب آ رہا ہے
جو رات آ رہی ہے بری آ رہی ہے   جو دن آ رہا ہے خراب آ رہا ہے

وطن عزیز اس وقت اپنی ساٹھ باسٹھ سالہ تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے اور کسی فیصلہ کن مرحلے کی طرف بتدریج بڑھتا جا رہا ہے۔ افراد واشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کی زندگی بھی لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کے مرحلوں اور ادوار میں بٹی ہوئی ہے، تاریخ کا یہ سبق ہے کہ سلطنتیں اور ملتیں جب بڑھاپے کی نکمی عمر میں داخل ہوجاتی ہیں تو قرآن مجید کی زبان میں ''اَرْذَلِ الْعُمَرِ'' کی ساری علتیں اس کے رگ وریشے میں سرایت کرتی چلی جاتی ہیں، تب پھر مسیحاؤں کی مسیحائیوں سے بات کہیں آگے نکل جاتی ہے اور یہ عالم ہوجاتا ہے : ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

قرآن مجید ''تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیئٍ'' ہے قوموں اور ملتوں کے عروج وزوال اور اسبابِ عروج وزوال کا ہمہ گیر نقشہ قران مجید نے کھینچا ہے جو قرآن کی مخاطب قوموں اور ملتوں، معاشروں اور سلطنتوں، سوسائٹیوں اور مدنیتوں کے لئے عبرت کا مرقع ہے۔

''اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَبْصَارِ''

قرآن کے نزول کے بعد یہ پندرھویں صدی گزر رہی ہے، گذشتہ چودہ سو سالہ طویل عرصے میں حاملِ قرآن امت، امت مسلمہ نے آباد دنیا کے اطراف واکناف میں، مشرق ومغرب کے طول وعرض میں مقامیت کی سطح سے لے کر بین الاقوامیت کے وسیع دائروں تک ہر طرح کی چھوٹی بڑی سلطنتوں اور ریاستوں کی تشکیل کی ہے۔

اس امت نے ایک طرف خلافت راشدہ، خلافت بنوامیہ، خلافت بنوعباس، خلاف عثمانیہ ترکیہ، خلافت ہسپانیہ، اندلس، سلطنت برصغیر ہند جیسی مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی وسیع وعریض سلطنتیں قائم کی ہیں جو پانچ پانچ سو، آٹھ آٹھ سو سال کے طویل زمانی دورانیوں تک قائم دائم رہیں تو دوسری طرف ایک ایک خطے اور اقلیم ومنطقے میں بیک وقت کئی کئی چھوٹی بڑی ریاستیں بھی اہلِ اسلام نے تشکیل دیں۔ ایران وتوران میں عراق وخراسان میں بلخ و بخارا، ملتان، سندھ، بنگال، جونپور، دکن و گجرات میں مسلمانوں کی بڑی

اسلامی سلطنتوں سے آزاد ہو کر کتنی ہی خود مختار ریاستیں اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں بنتی و مٹتی ہی ہیں۔ جو سو، سو، دو، دو سو، تین تین سو سال عروج و زوال کے جھولوں میں جھول کر تاریخ کا حصہ بنتی رہی ہیں اسلام کی ۱۴ سو سالہ تاریخ کے طویل دورانئے میں تشکیل و ترتیب پا کر صفحاتِ تاریخ پر نقش ہونے والی مسلمان ریاستوں اور سلطنتوں کی یہ تاریخ عبرت آمیز بھی ہے اور سبق آموز و بصیرت افروز بھی، تاریخ اسلامی کی اس سبق آموزی کی تفصیلات کے لئے تو بڑے بڑے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ ع

حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

یہاں ہم بطور نمونہ تاریخ کے چند نمایاں اسباق، انسانی عروج و زوال کے متعلق قرآنی اصولوں کی روشنی میں پیش کر کے اپنے موجودہ قومی و ملی حالات کا مختصر جائزہ لیں گے، اس سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کے سلسلے میں جو خدائی قوانین اور ربّانی اصول قرآن کریم نے بیان کئے ہیں ان کا غیر مبدل اور اٹل اصول ہونا واضح ہو اور یہ بھی کہ ان اصولوں کے نفوذ و سرایت اور جانچ پرکھ کے لئے تاریخ کی کسوٹی سب سے سخت گیر کسوٹی ہے جس کے بارے میں کسی کہنے والے نے کہا ہے ''تاریخ کی چکی آہستہ گھومتی ہے لیکن باریک پیستی ہے'' [۱]

---

[۱] سورۃ العصر کو ذرا اس زاویہ سے ملاحظہ فرمائیں ''والعصر ان الانسان لفی خسر، الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر'' کہ قسم ہے زمانے کی یقیناً انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان و اعمال صالحہ کو اختیار کیا اور خود بھی اس حق پر یعنی ایمان و اعمال صالحہ والی زندگی پر جمے اور ڈٹے رہے خواہ کیسے ہی مصائب و مشکلات ان کو اس راستے میں پیش آتی رہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید اور وصیت کی۔ یہ سورۃ دنیوی زندگی میں انسانی عروج و زوال کا سب سے بنیادی اصول فراہم کرتی ہے باقی سارے اصول اسی کی جزئیات اور شاخیں ہیں اور وہ اصول یہ ہے کہ اللہ کو مان کر جس کو ایمان کہتے ہیں اور اللہ کی مان کر جس کو اعمال صالحہ کہتے ہیں ہمیشہ کامیاب ہونے والے کامیاب ہوئے ہیں خواہ کوئی فرد ہو یا قوم ہو اور اللہ تعالیٰ سے باغی ہو کر یعنی اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو دنیا میں بھیجنے سے جو مقصود ہے، اور جو لائحہ عمل اور اسکیم انسانوں کا اس کائنات میں رہنے اور اس کائنات کا نظام چلانے کے لئے اس رب نے تجویز فرمایا ہے اسے ٹھکرا کر اپنی من مانی والی زندگی اور دستور زندگی اختیار کرنا اور اس پر سارا نظامِ زندگی تشکیل دینا یہی اصل بگاڑ، فساد، ناکامی و نامرادی کا راستہ ہے اس راستہ پر چلنے والے ہمیشہ ناکام و نامراد ہوئے ہیں خواہ وہ قابیل، آذر، شداد، فرعون، ہامان، نمرود، قارون، عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ولید کی شکل میں افراد ہوں یا قوم نوح (اور ان کے کھڑ پینچ سردار)، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب، یہود و نصاریٰ، ہنود و مشرکین کی صورت میں اولادِ آدم کی زمینی تاریخ کے پورے دورانئے کے مختلف مرحلوں میں یکے بعد دیگرے آنے والی مختلف قومیں اور قبیلے ہوں۔ انسانی عروج و زوال یا کامیابی و ناکامی کے اس اٹل فطری، خدائی قانون پر خود انسانی تاریخ کو گواہ بنایا ہے یعنی زمانے کی قسم کھائی ہے پوری انسانی تاریخ کا مطالعہ کرلو اور قرآن نے جو آدم علیہ السلام سے شروع کر کے نزول قرآن کے زمانے تک قرنہا قرن میں پھیلی ہوئی بڑی بڑی قابل ذکر قوموں اور ہستیوں کے پُر عبرت قصے و حکایات بیان کی ہیں یہ سب ملاحظہ کر کے دیکھ لو کہ کیا انسانی تاریخ کا کوئی ایک دن یا ایک لمحہ بھی ایسا ہوا ہے، یا کوئی ایک قوم، قبیلہ یا کوئی ایک فرد بھی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اپنے قارئین کو (اور جہاں تک ہماری بات پہنچے سب کو) اس امر کی طرف متوجہ کیا جائے کہ ہم اجتماعی طور پر آج جس گردابِ بلا میں پھنسے ہوئے ہیں اور جن حالات سے گزر رہے ہیں اس کے اسباب کا بھی اپنے مذہب کی رہنمائی میں جائزہ لیں اوراس کے حل کے لئے بھی اپنے دین ومذہب ہی سے رہنمائی حاصل کریں، ہم مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ جس طرح ہم نے اپنے کامل واکمل دین کو جو ہمارے لئے مکمل ضابطہ حیات اور پورا دستورِ زندگی فراہم کرتا ہے پس پشت ڈال کراوراس کے احکام وتعلیمات سے روگردانی کر کے اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں کا ڈھانچہ قائم کیا ہے، اسی طرح ابتلا وآزمائش کے حالات سے جب ہمیں سابقہ پڑتا ہے تو ہم دنیا جہان کی مادی تدابیر اور تجاویز کی طرف تو متوجہ ہوتے ہیں لیکن اگر توجہ نہیں کرتے تو اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ یہ ابتلا وآزمائش ہماری بداعمالیوں اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب اور غضب کی کوئی شکل نہ ہو۔

﴿بقیہ صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ایسا گزرا ہے جس نے فطرت کے اس اٹل اصول سے بغاوت کی ہو (جو سورۃ عصر میں بیان ہوا ہے یعنی خدا کی زمین پر خدا کی سکیم پر چلنا پڑے گا، رب چاہی زندگی اختیار کرنی پڑے گی، عبد بن کر اور عبودیت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے زندگی گزارنی پڑے گی، من مانی کرنے اور من چاہی طرز زندگی اختیار کرنے کی اجازت نہیں یہ بغاوت شمار ہوگی) اور پھر کامیاب ہوا ہو؟ ہاں ایک مقررہ مدت تک ڈھیل دینا خواہ کوئی فرد ہو یا قوم یہ امر خود اس خدائی منشور، اس آسمانی سرکاری قانون کا حصہ ہے، اس کے برخلاف کوئی ایک قوم، یا ایک فرد ہی اللہ کی مرضی پر چلا ہو ایمان وعمل صالح والی زندگی پر جیا ہو اور پھر ناکام ہوا ہو؟ اصحابِ کہف، حضرت لقمان، فرعون کے دربار کا رجل صالح، انطاکیہ کا یوسف نجار یہ سب وہ افراد ہیں جن کے قصے قرآن نے پیش کر کے بتلا دیا جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کے ہو جاتے ہیں خواہ دنیا کا معروضی نقشہ اس کے کتنے ہی ناموافق ہو، حالات کتنے ہی اس کے حق میں ناسازگار ہوں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت میں سرخرو کرتے ہیں خواہ وہ فرعون جیسے باجبروت کے دربار میں پھنسے ہوں یا بنی اسرائیل کے خونخوار درندوں کے غول میں گھرے ہوں، یا دقیانوس بادشاہ کی طاغوتیت کے مقابلے میں نعرۂ مستانہ بلند کر کے غاروں میں جا بیٹھے ہوں۔ ؎

گر گیتی سراسر باد گیرد | چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد۔

قرآن نے پچھلی قوموں اور ملتوں، افراد واشخاص کی تاریخ پیش کر کے، امت مسلمہ کے سامنے انسانوں کے عروج وزوال کا پورا قانونِ قدرت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ سورہ العصر کی چند آیات ہیں۔ اب ہم ۱۴ سو اسلامی سالہ تاریخ کا مطالعہ کر کے قرآن کے اس دعویٰ کی حقانیت، اس اصول کا دوام واستحکام ملاحظہ کر سکتے ہیں، کہ امت کو جب بھی عروج ملا جہاں جہاں ان کو سلطنتیں، عظمتیں اور رفعتیں حاصل ہوئیں، وہ اسی راہ سے حاصل ہوئیں جو قرآن نے عروج وعظمت کے حصول کے لئے بتلایا ہے اور جب بھی زوال وانحطاط میں یہ امت گری اور پڑی ہے، سلطنتوں وریاستوں سے محروم ہو کر ذلت ونامرادی اور غیروں کی غلامی میں مبتلا ہوئی ہے، وہ اپنی بدعملی اور خدائی قانون سے بغاوت کے نتیجے میں ہوئی ہے، بہر حال ماضی کی طول طویل تاریخ اس اصل خدائی قانون کی قہرمانی اور بے لچک نفوذ پر گواہ ہے۔ تاریخ سلسلۂ روز وشب کے تسلسل کا نام ہے، شاعر مشرق کے ذیل کے اشعار تاریخ کے اسی فلسفے کے عکاس ہیں۔

سلسلۂ روز وشب نقش گرِ حادثات		سلسلۂ روز وشب اصل حیات وممات
سلسلۂ روز وشب تارِ حریر دو رنگ		جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز وشب ساز ازل کی فغاں		جس سے دکھاتی ہے ذات زیر وبم ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ		سلسلۂ روز وشب صیرفیِ کائنات

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۱)

صبح صادق کے طلوع کے وقت کیونکہ نہارِ شرعی کی روشنی کی ابتداء ہوتی ہے، اس لئے اس وقت اس کی روشنی کافی ہلکی اور مدہم ہوتی ہے، اور جمہور محققین فقہاء کے نزدیک صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، اور روشنی کا پورا تبین ضروری نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تبینِ فجر کے بجائے تبینِ خطِ فجر کی قید ہے۔

اور خصوصاً روزہ کے معاملہ میں احتیاط واجب ہے کہ طلوعِ فجر کے شک کی صورت میں بھی اکل وشرب سے احتیاط ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہوجائے تو کھانا اور پینا حرام ہوجاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلد ۱ صفحہ ۳۷۶) [۱]

---

[۱] اور تفسیر بحر المحیط میں ہے کہ:

وشبه بالخيط وذالک باول حاله لانه يبدو دقيقا ثم يرتفع مستطيرا فبطلوع اوله فی الافق يجب الامساک هذا مذهب الجمهور وبه اخذ الناس ومضت عليه الاعصار والامصار وهو مقتضى حديث ابن مسعود وسمرة بن جندب (تفسير البحر المحيط ج ۲ ص ۲۱۴)

اور تفسیر مظہری میں ہے:

ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى اول جزء منه (تفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص ۲۰۴)

اور تفسیر رازی میں ہے:

الصوم هو الإمساک عن المفطرات مع العلم بكونه صائماً من أول طلوع الفجر الصادق إلى حين غروب الشمس مع النية وفی الحد قيود(......وبعد اسطر......) القيدالرابع: قولنا من أول طلوع الفجر الصادق والدليل عليه قوله تعالى :(وَكُلُواْ واشربوا حتى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخيط الأبيض مِنَ الخيط الاسود مِنَ الفجر) (البقرة 187 :) وكلمة (حتى) لانتهاء الغاية (تفسير الرازى، سورة البقرة، آيت نمبر ۱۸۵)

لا شک أن كلمة (حتى) لانتهاء الغاية ، فدلت هذه الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهی عند طلوع الصبح تفسير الرازى، سورة البقرة، آيت نمبر ۱۸۷)

اور تفسیر نیشاپوری میں ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پہلے اعلاء السنن میں روشنی کے پھیلنے کو ترجیح دی تھی، لیکن بعد میں احکام القرآن میں آپ نے اس سے رجوع فرما کر اولِ طلوعِ فجر کے اعتبار کو ترجیح دی ہے۔ ۱؎

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، بالخصوص روزہ کے معاملہ میں۔

تواب اس کی تحقیق کی ضرورت ہے کہ صبح صادق کا آغاز سورج کے کتنے درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے؟

تو جاننا چاہئے کہ اس سلسلہ میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، اوران میں دلائل کے لحاظ سے محقق قول ۱۸ ڈگری کا ہے۔

اورقدیم زمانے سے ہندوپاکستان میں ۱۸ڈگری کے مطابق ہی نقشے چلے آرہے ہیں۔

﴿گذشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

ولا شک أن حتى لانتهاء الغاية فدلت الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهى عند طلوع الصبح (تفسير نيسا بورى، سوره بقره)

اورتفسیر طبری میں ہے:

الخيط الأبيض من الفجر يتبين عند ابتداء طلوع أوائل الفجر، وقد جعل الله تعالى ذكره ذلك حدًّا لمن لزِمه الصوم فى الوقت الذى أباح إليه الأكل والشرب والمباشرة..........والنهار عندهم أوَّله طلوع الفجر، وذلك هو ضوء الشمس وابتداء طلوعها دون أن يتتامَّ طلوعها، كما أن آخر النهار ابتداء غروبها دون أن يتتامَّ غروبها(تفسير طبرى سورة البقرة آيت ۱۸۷)

اورعلامہ سمرقندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ثم ينظر :إن كان شاكا فى طلوع الفجر :إنه طلع أم لا، ينبغى أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه.فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر.وإن كان أكثر رأيه أن الفجر لم يطلع، ينبغى أن يدع الاكل أيضا(تحفة الفقهاء ج ا ص ۳۶۵)

اورمرقاۃ میں ہے:

ذكر الشمنى أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

۱؎ چنانچہ فرماتے ہیں:

العبرة لاول طلوع الفجر الثانى لا لاستطارته وانتشاره خلافا لما رجحته فى الاعلاء من الاعتبار بالانتشار تبعا لما مال اليه اكثر العلماء، لكون النص قد علق الحكم على التبين ولايكون الا بالانتشار وهٰذا انما كان يصح لوكان النص علق الحكم على تبين الفجر وأما اذا علقهٗ على تبين خط الفجر من خط الليل فلا. فان تبين هٰذا الخط من ذاك إنما يكون فى اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحى خط الليل كما هو مشاهد فافهم. وعمل سيدى حكيم الامة على تقديم الإمساك عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فى المحظور. والله تعالىٰ أعلم (احكام القرآن للتهانوى، جلد ا صفحه ۲۴۷)

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں ماہرینِ فلکیات کے درمیان اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب کے وقت آفتاب ۱۸/درجے زیرِ افق ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک سترہ درجے پر، لیکن تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں جو نقشے، اوقاتِ صلوٰۃ اور سحر وافطار کے رائج تھے، بالاتفاق انہی پر پورے برصغیر میں عمل کیا جارہا تھا، اور پاکستان بننے کے بعد بھی اب تک انہی پر تمام اکابر علماء کا عمل اور فتویٰ جاری ہے۔ اگرچہ بعض متبحر اہلِ علم نے ان نقشوں سے اختلاف کیا، لیکن ہمارے بزرگوں مثلاً مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ اور ان کے ہم عصر تمام اکابر علماء اس (18 درجے زیرِ افق کے مطابق نقشہ) پر عمل بھی کرتے رہے، اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیتے رہے۔ دارالعلوم کراچی میں بھی ہمارا عمل اور فتویٰ اسی پر ہے، اور جب ان نقشوں کو فلکیات اور ریاضی کے اُصولوں پر جانچا گیا تو یہ صورت سامنے آئی کہ ان نقشوں میں جو وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کا دیا گیا ہے، اس وقت آفتاب اٹھارہ درجے زیرِ افق ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ برصغیر کے تمام علماءِ محققین اٹھارہ درجے زیرِ افق کے حساب سے بنائے گئے نقشوں کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا حسابی اعتبار سے اس کو اصول کے درجے میں تسلیم کیا جاسکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ اصول ظنی ہے، قطعی نہیں، کیونکہ علماءِ فلکیین کا اس میں اختلاف موجود ہے (نوادرُ الفقہ، جلد۱، صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اوقاتِ صلاۃ کے معاملہ میں ظن کو کافی قرار دیا ہے۔ [۱]

اور حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہما اللہ کے دور میں ان نقشوں کے بارے میں بعض اہلِ علم کی طرف سے اختلاف پیدا ہوگیا تھا، لیکن اس دور کے ماہرِ فلکیات حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے فنی وعلمی اعتبار سے تحقیق کر کے ۱۸ ڈگری کے مطابق اوقاتِ فجر کے نقشوں کے درست ہونے پر اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔

---

[۱] چنانچہ فرماتے ہیں:

فینبغی الاعتماد فی أوقات الصلاۃ وفی القبلۃ ، علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتب المواقیت ، وعلی ما وضعوہ لھا من الآلات کالربع والأسطرلاب فإنھا إن لم تفد الیقین تفد غلبۃ الظن للعالم بھا ، وغلبۃ الظن کافیۃ فی ذلک (رد المحتار، باب شروط الصلاۃ، مبحث فی استقبال القبلۃ)

چنانچہ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب زید مجدہم (مہتمم: جامعہ اشرفیہ، لاہور) فرماتے ہیں:

قدیم وجدید علمِ ھیئت میں یعنی ھیئتِ بطلیموسیہ وھیئتِ برنیکسیہ میں مولانا روحانی بازی صاحب کی مہارتِ تامہ مسلم ہے، اس دعوے کی دلیل: اولاً: موصوف کی فنِ ھٰذا میں کثرتِ تصانیف ہے، علمِ ھیئتِ جدیدہ وقدیمہ میں مولانا موصوف کی تالیفات تیس (۳۰) سے زائد ہیں، کسی ایک فن میں اتنی زیادہ تصانیف لکھنا نہایت مشکل کام ہے، اس قسم کا رتبہ کل تاریخِ اسلام میں معدودے چند علماء کو حاصل ہے۔ ثانیاً: اس کی دلیل یہ ہے کہ فنونِ ھیئت میں موصوف کی مہارت نہ صرف پاکستان میں مسلّم ہے، بلکہ بیرونِ پاکستان بھی مشہور ومسلّم ہے، پاکستان میں علمائے کرام یا دیگر دانشوروں کے مابین جب بھی علمِ ھیئت سے متعلق (مثلاً اوقاتِ صلاۃ، وقتِ فجرِ صادق، ابتداءِ فجر کاذب وصادق، انتہائے لیل وسحر، وقتِ ابتدائے صوم، مقدارِ وقتِ مغرب، یکم کے چاند کی ضروری وواجبی عمر کتنی ہے، یکم کو آفتاب سے کتنے درجے بُعد پر چاند نظر آنے کے قابل ہوتا ہے، تیسری رات کا چاند کتنی دیر تک اُفق سے بالا رہتا ہے؟ کیونکہ بعض احادیث میں اس کے غروب کے ساتھ عشاء کا وقت مربوط کیا گیا ہے، اختلافِ مطالع ومغارب کی بحث، دیارِ عرب کی عید یا قمری تاریخ پاک وہند کی عید وقمری تاریخ سے دو دن یا ایک دن مقدم ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ) کسی مسئلہ کی بحث وتحقیق مشکل اور نزاعی صورت اختیار کرلیتی ہے، تو علماء ودانشور، عوام وخواص اس مسئلہ کے حل وتحقیق کے لئے مولانا روحانی بازی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور پھر ان کی تحقیق اور احقاقِ حق پر اعتماد واطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ کئی سال قبل پاکستان بھر میں مقدارِ وقت فجر وابتدائے وقتِ فجرِ صادق ومنتہائے لیل کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہوکر موجبِ نزاع بلکہ باعثِ جدال بن گیا تھا، قدیم علماء سلف کبار کی تحقیقات اور نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقفہ قدرے طویل ہے۔ مگر بعض معاصر علمائے کرام کی تحقیق وتفتیش یہ ہے کہ یہ وقت درحقیقت سلف کے نقشوں میں مندرج وقت سے کم ہے۔ اس اختلاف سے کئی اہم فقہی مسائل (مثلاً رمضان شریف میں سحری کا منتہیٰ وغیرہ) میں بھی شدید اختلاف پیدا ہوا اسی طرح فجرِ صادق کی ابتداء میں بھی بڑا اختلاف رونما ہوا، اور یہ تحقیق مشکل ہوئی کہ فجرِ صادق کے وقت آفتاب کا اُفق سے انحطاط (افق سے نیچے ہونا) کتنے درجے ہوتا ہے، اور صبح

کاذب کے وقت انحطاطِ آفتاب از افق کتنے درجے ہوتا ہے، کئی سال تک یہ نزاع پاکستان کے مختلف شہروں میں جاری رہا، بعض معاصرین علماءِ کبار فجرِ صادق کے وقتِ افق سے آفتاب کے انحطاط کے کم درجے بتلاتے ہیں، بالفاظِ دیگر ان کا دعویٰ ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقت بنسبت اس وقت کے جو سلف کے نقشوں اور تحقیقات سے واضح ہوتا ہے، بہت کم ہے۔ یہ اختلاف علمِ ھیئت کے اصولوں پر متفرع ہے، طرفین سے متعدد ماہرین نے اپنی تحقیقات پیش کیں، لیکن عام علماءِ کبار کے نزدیک وہ موجبِ تسلی نہ تھیں۔ اور مولانا روحانی بازی صاحب اختلافی مسائل میں دخل بہت کم دیتے تھے، علماء کے احترام واکرام کی خاطر وہ ایسے مسائل میں کنارہ کشی پسند کرتے تھے۔ مذکورہ صدر نزاعی بحث کی وجہ سے پاکستان کے دیندار عوام بالعموم اور علمائے کرام بالخصوص نہایت پریشان تھے، کیونکہ مذکورہ صدر نزاعی بحث پر یہ اختلاف متفرع ومرتب ہے کہ رمضان شریف میں سحری کا وقت کتنے بجے تک ہے؟ نیز عشاء کی نماز کتنے بجے تک صحیح اور درست ہے؟ کتنے بجے صبح صادق نمودار ہو کر صبح کی نماز پڑھنا جائز ہوسکتا ہے؟ آخر کار پاکستان کے علماءِ کبار میں سے شیخین کبیرین مفخمین مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی شفیع (رحمہ اللہ) مہتمم دارالعلوم کراچی، اور مولانا سید محمد یوسف بنوری (رحمہ اللہ) مہتمم جامعہ نیوٹاؤن کراچی (اس وقت یہ دونوں شیخ زندہ اور حیات تھے) نے بے شمار علماء اور دانشوروں کی مسلسل درخواست پر مولانا روحانی بازی کو مراسلہ لکھ کر اور بھیج کر دونوں شیوخ نے مولانا موصوف سے اس مختلف فیہ مسئلہ و بحث میں احقاقِ حق واظہارِ صواب مطابقِ اصولِ ھیئت کی درخواست کی، اور تاکیدی فرمائش کی۔ مولانا روحانی بازی صاحب نے شیخین مکرمین مذکورین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس مسئلہ کی تشریح وحل میں نہایت مغلق مبنی بر اصولِ ھیئت رسالہ لکھا، اور اصولِ ھیئت کی روشنی میں رفتارِ آفتاب پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ فجر کا وقت قدرے طویل ہے، جیسا کہ ہمارے مشائخ قدماء کے قدیم نقشوں میں درج ہے۔ اس سلسلے میں موصوف نے کراچی کا سفر کیا، اور وہاں شیخین مکرمین کی خدمت میں اپنا رسالہ پیش کیا، وہاں کئی دن تک علماء اور دانشوروں کے شیخین مذکورین سمیت اس سلسلے میں کئی اجتماعات ہوئے، اور رسالہ مذکورہ میں درج تحقیقات پر غور کیا گیا، شیخین

مکرمین اور دیگر تمام علماءِ کبار نے رسالہ مذکورہ میں درج نتائج کو صحیح اور تسلی بخش قرار دیا، اور مولانا روحانی بازی صاحب کو دعائیں دیں۔ بعدہ شیخین مذکورین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فوراً اخباروں میں یہ اعلان شائع کرایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فجرِ صادق کے بارے میں مولانا روحانی بازی صاحب کی تحقیق ہی صحیح اور برحق ہے، اور اس کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے۔

شیخین محترمین کے اعلان کے بعد پاک وہند میں مذکورہ صدر اختلافی مسئلہ کے بارے میں نزاع وجدال والی حالت بالکل ختم ہوئی، اور آج تک ختم ہے، وللہ الحمد۔

اگر مولانا روحانی بازی مسئلہ مذکورہ کے سلسلے میں تحقیق نہ کرتے، اور اس کا حل تحریر نہ کرتے، تو اس مسئلہ کا نزاع پاک وہند میں اور دیگر نزدیک اور قریب کے ملکوں میں بڑھتے بڑھتے سنگین صورت پیدا کرسکتا تھا (پیشِ لفظ: الھیئۃ الکبریٰ مع شرحہا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص ۲۴ تا ص ۲۶، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

مگر آج کل بعض لوگوں کی طرف سے اس مسئلہ کو دوبارہ چھیڑ دیا گیا ہے، اس لئے اس مسئلہ پر کچھ تفصیل کی ضرورت پیش آئی۔　　(جاری ہے............)

● ●

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۸ ’’اس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟‘‘﴾

اور پھر اس عذاب سے نکلنے کے لئے، اپنے روٹھے رب کو منانے کے لئے اس کے بھیجے ہوئے دین، اس کی نازل کردہ کتاب میں ہی اس کا نسخہ وعلاج ڈھونڈیں، اس کا روحانی حل نکالیں۔ آج سارا میڈیا خواہ الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا، امت کی ذہنیت کو مسخ کرنے پر تلا ہوا ہے، وہ روحانیت کی طرف، اپنے دین ایمان کی طرف لوگوں کو آنے نہیں دیتا بلکہ ایسے مواقع پر دین کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ کالم نگار اور صحافی ولکھاری وغیرہ جو ظاہر ہے زیادہ تر مسلمان ہی ہوں گے لیکن مجال کیا ہے کہ اپنے کالموں میں، اپنی نگارشات ومباحثات میں اصل حقیقت کی طرف اس مسلمان قوم کی رہنمائی کریں مادیت ہی سے بات شروع کرتے ہیں مادیت پر ہی ختم کرتے ہیں۔ دین کی طرف ان جنٹلمین ہستیوں کی توجہ بھی ہوگی تو منفی طور پر۔ اہل دین کی کردارکشی کریں گے یا دین و مذہب سے عامۃ الناس کی وابستگی کو جمود و دقیانوسی ٹھہرائیں گے اور ساری خرابیوں کی جڑ ٹھہرائیں گے۔

غفلت سے باز آیا تو جفا کی　　تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی　　(جاری ہے......)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۱ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبدالواحد بن علی بن ابراہیم بن رزمہ بزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۳۶۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۲ھ: میں حضرت ابوالحسن ابراہیم بن احمد بن حسن بن علی مقری رباعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۱۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۳ھ: میں حضرت عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن واثق باللہ بن معتصم باللہ بن رشید بن مہدی کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۴۵۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدویہ بغدادی شافعی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۸۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن حسن بن محمد بن منتاب رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابن ابی عثمان دقاق کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۶ھ: میں حضرت ابوالفرج علی بن حسین بن محمد قرشی اموی اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۰۳، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی بن عباس کنانی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۸۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۳۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علان بن ابراہیم بن مروان بن یحییٰ خطاب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۹۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن محمد بن حمہ الخلال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۵۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن سعد بن نصر بن بکار بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۱۷۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۶۱ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن عبداللہ مقری بزوری

رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۱۶)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۶۲ھ:** میں حضرت ابوطاہر علی بن عبیداللہ بن علی بن محمد بن قاسم بزوری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۱۰)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۶۴ھ:** میں حضرت ابواحمد عبدالرحمٰن بن حارث بن ابوشیخ غنوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۲۹۷)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۶۷ھ:** میں حضرت ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن احمد بن امد بن محمویہ خراسانی نصراباذی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۶۵)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۶۸ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک بن شبیب بن عبداللہ قطیعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۷۳)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۶۹ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن علی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ''جعل'' کے لقب سے مشہور تھے (سیراعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲۵، تاریخِ بغداد ج۸ ص ۷۳)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۰ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیراعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۴۱، تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۱۴)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۱ھ:** میں حضرت ابومحمد حسن بن احمد بن صالح ہمدانی سبیعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۵۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۶، تاریخِ بغداد ج۷ ص ۲۷۳)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۲ھ:** میں حضرت ابوالعباس احمد بن عمر بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل برمکی حنبلی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۴۹۵)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۴ھ:** میں حضرت ابوالفرج محمد بن احمد بن محمد بن عبدان بن فضال بن عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن عباس اسدی الصفار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۴۴)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۴ھ:** میں حضرت ابوالعباس عبداللہ بن موسیٰ بن اسحاق بن حمزہ بن عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۱۵۰)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۸ھ:** میں حضرت ابوالفتح عبدالواحد بن محمد بن احمد بن مسرور بلغی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے۔

(سیراعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۲۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۰۵)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۳۷۹ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم بن احمد بن یزید بن ابی غرۃ عطار رحمہ

اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۱)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۰ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن بن صبر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۲۲)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۱ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ بن یوسف بن اعین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۹۳)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۲ھ:** میں حضرت ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۱۵)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۴ھ:** میں حضرت ابوحامد احمد بن سہل بن ابراہیم انصاری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۴۵)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۵ھ:** میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن از داذ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۳۴، تذکرة الحفاظ ج ۳ ص ۹۸۹، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۷)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۸۸ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن حسین کاتب کرخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۳۴)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۰ھ:** میں حضرت ابوالفرج معافی بن زکریا بن یحییٰ بن حمید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۴۶، تاریخِ بغداد ج ۱۳ ص ۲۳۰)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۱ھ:** میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن احمد بن شعبہ مروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۴۲۳)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۲ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن محمد اندلسی اصیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تذکرة الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۲۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۱)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۴ھ:** میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن اسماعیل بن یحییٰ بن زکریا بن حرب نیشاپوری مزکی حربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۴۳، تاریخِ بغداد ج ۱۴ ص ۲۳۸)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۵ھ:** میں حضرت ابوالقاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۸۵)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۹۷ھ:** میں حضرت ابوالقاسم عبدالصمد بن عمر بن محمد بن اسحاق واعظ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۴۳)

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۵)

مفتی محمد امجد حسین

سجدہ سہو کے مسائل

سہو بھولنے کو کہتے ہیں، نماز کے فرائض وواجبات میں بھول کر کوئی ایک یا زیادہ غلطیاں کر بیٹھنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔

پیچھے سجدہ سہو کے اصولی احکام ذکر ہو چکے ہیں کہ نماز کے فرائض وواجبات میں اصولاً کس قسم کی غلطیوں کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے؟ آگے ان اصولوں کے تحت نماز کے مختلف ارکان میں سجدہ سہو کا باعث بننے والی عامۃ الوقوع غلطیوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

سجدہ سہو کے یہ مسائل زیادہ تر ''مسائل سجدہ سہو'' (مؤلفہ مولانا حبیب الرحمان صاحب) بتغیر واضافہ سے ماخوذ ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کی متداول بڑی کتب سے باحوالہ یہ مسائل جمع فرمائے ہیں (من شاء فلیراجع الیھم)

سجدہ سہو کیسے کیا جاتا ہے؟

سجدہ سہو فرض وواجب عمل میں کمی ونقصان کی صورت میں لازم آیا ہو یا زیادتی واضافہ کی صورت میں احناف کے نزدیک دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کی ادائیگی کا طریقہ ایک ہی ہے، وہ یہ کہ اس نماز کے آخری قعدہ میں تشہد یعنی عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھنے کے بعد داہنے طرف سلام پھیرا جائے پھر دو سجدے کئے جائیں (نماز کے سجدوں کی طرح ہی) دوسرا سجدہ کرکے پھر التحیات پڑھے (یعنی قعدہ میں بیٹھ کر)، پھر درود شریف، پھر ماثور، مسنون دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے، یعنی سجدہ سہو کے دو سجدے کرنے کے بعد اسی طرح قعدہ میں بیٹھے اور التحیات سے آخر تک پڑھے جس طرح نماز کے آخری قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔

قرأت میں سہو کی مختلف صورتیں

سورۃ فاتحہ دوبار پڑھا

اگر کسی نے فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں کسی ایک رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں بھول کر دو مرتبہ پوری

سورہ فاتحہ پڑھ لی یا سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ دوبارہ پڑھا تو ان دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوگا، فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ سنت، واجب، نفل سب نمازوں کی سب رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھول کر دوبارہ پڑھنے کا یہی حکم ہے اسی طرح ان نمازوں میں سورۃ فاتحہ پورا یا اس کا کچھ حصہ چھوٹ گیا، نہیں پڑھا، تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ باقی فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ دوبارہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا،، کیونکہ فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں، اور سنت عمل چھوٹ جانے یا اس میں کمی بیشی ہونے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ بالکل نہ پڑھی، تب بھی سجدہ سہو لازم نہ آئے گا کیونکہ سنت عمل چھوٹا ہے (باقی جان بوجھ کر نماز کے سنت عمل کو چھوڑنا، یا اس میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں، گناہ کی بات ہے اور اس سے نماز ناقص ہوجائے گی، اسکے اجر وثواب اور مرتبہ مقبولیت میں کمی آئے گی) (عالمگیری ج ۱)

سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور سورۃ شروع کردی

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ کسی نماز کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اور بھول کر سورہ شروع کردی تو یاد آنے پر سورہ چھوڑ دے اور سورہ فاتحہ پڑھے، پھر دوبارہ سورہ پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، حتیٰ کہ اس صورت میں اگر رکوع میں بھی یاد آجائے یا رکوع کرکے اُٹھ چکنے کے بعد بھی یاد آجائے کہ میں نے سورہ فاتحہ چھوڑ دی تھی صرف سورۃ پڑھ کر رکوع میں گیا تھا تب بھی اب دوبارہ پہلے سورۃ فاتحہ پھر سورۃ پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب فاتحہ وسورت دونوں چھوڑ دی ہوں، مثلاً پہلی رکعت میں نیت باندھ کر ثنا یعنی سبحانک اللھم (آخر تک) پڑھ کر بھولے سے رکوع میں چلا گیا (یعنی لوٹ آئے، فاتحہ وسورۃ پڑھ کر پھر رکوع کرے) (عالمگیری ج ۱)

خلافِ ترتیب سورۃ پڑھی

کسی نے نماز مین خلافِ ترتیب سورۃ پڑھ دی مثلاً پہلی رکعت میں لِاِیلٰفِ قریش پڑھ لی اور دوسری میں الم ترکیف پڑھ لی، جو اس سے پہلے ہے (حالانکہ ترتیب سے پڑھنے کا حکم ہے یعنی پہلی رکعت میں جس جگہ سے قرآن میں سے قرأت کی ہے آئندہ رکعت میں اس کے بعد کہیں سے قرأت کرے اس سے پہلے والے حصہ سے نہیں) اگر بھولے سے ایسا کیا ہے تو معاف ہے، بغیر کراہت کے نماز صحیح ہوگی اور اگر جان

بوجھ کر ایسا کیا ہے تو نماز مکروہ ہوگی لیکن سجدہ سہو اس صورت میں واجب نہیں ہوتا (شامی ج۱، عالمگیری ج۱)

درمیان میں چھوٹی سورۃ چھوڑ دی

پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی دوسری رکعت میں اس کے بعد والی ایک چھوٹی سورۃ چھوڑ کر اگلی سورۃ پڑھنا مکروہ ہے لیکن سجدہ سہو اس سے واجب نہیں ہوتا، مثلاً پہلی رکعت میں الم ترکیف پڑھی دوسری میں لایلف چھوڑ کر ارأیت الذی سورۃ پڑھ لی، اس لئے یا تو پہلی رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ کے متصل بعد جو سورۃ ہے دوسری رکعت میں وہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھتا تو کم از کم دو چھوٹی سورتیں چھوڑے (یا دو سے بھی زیادہ سورتیں چھوڑے)

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں الحمد کے ساتھ سورۃ ملائی

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں الحمد شریف پڑھنے کے بعد اگر سورۃ بھی ساتھ ملا لی تو سجدہ سہو واجب نہیں (کیونکہ فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنا سنت ہے اور سنت پر اضافہ ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوا) (شامی، وعالمگیری ج۱)

سورۃ فاتحہ پڑھ کر بقدر رکن خاموش رہا

سورہ فاتحہ کے بعد سوچتا رہا کہ کونسی سورۃ پڑھوں اس سوچ بچار میں اتنی دیر گزر گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ پڑھی جا سکے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا کیونکہ سورۃ ملانے میں ایک رکن کے برابر تاخیر ہوگئی جو موجب سجدہ سہو ہے یہی حکم سورہ پڑھنے کے دوران بھول جانے پر سوچ بچار کرنے یا نماز کے کسی اور رکن میں اتنی دیر سوچ بچار کرنے کی صورت میں بھی ہے (شامی ج۱)

فاتحہ کی جگہ التحیات پڑھ لی

سورہ فاتحہ کی جگہ بھولے سے التحیات شروع کر دی (یعنی فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ کسی نماز کی کسی رکعت میں) تو اگر کم از کم ''السلام علیک ایہا'' تک التحیات پڑھی یا اس سے بھی زیادہ پڑھی تب یاد آیا تو نماز کے آخر میں سجدہ سہو واجب ہے، اور اگر ''ایہا'' سے پڑھنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا ابھی ''ایہا'' تک نہیں پہنچا تھا تو چھوڑ دے، الحمد شریف شروع کر دے اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا (احسن الفتاویٰ ۴/۳۶)

اونچی قرأت والی نماز میں آہستہ، آہستہ والی میں اونچا پڑھ لیا

امام کے لئے مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر کی دونوں رکعتوں میں اونچی قرأت واجب ہے ان کو جہری نمازیں کہتے ہیں اور ظہر، عصر کی نمازوں میں آہستہ قرأت واجب ہے ان کو سرّی نمازیں کہتے ہیں اگر امام بھولے سے جہری نمازوں میں آہستہ قرأت کرلے اور سرّی نمازوں میں اونچی تو الحمدللہ رب العالمین، الرحمان تک تو معاف ہے، سجدہ سہو واجب نہ ہوگا، الرحمان کے بعد ایک حرف بھی پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا (شامی ۱/۶۹۴ بحوالہ احسن الفتاویٰ ۴/۳۱)

حتیٰ کہ اس حکم سے فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت بھی مستثنیٰ نہیں، حالانکہ ان میں قرأت سنت ہے، لیکن چونکہ آہستہ پڑھنے کے لزوم کا حکم ان رکعتوں کیلئے بھی ہے اس لئے امام ان رکعتوں میں بھی اونچی قرأت (فاتحہ) کرے گا تو مذکورہ حد تک پہنچنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔

دعائے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا

نماز وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر دعائے قنوت پڑھنے کی بجائے بھولے سے رکوع میں چلا گیا تو اب رکوع سے دعائے قنوت پڑھنے کے لئے واپس نہ آئے اور نہ رکوع میں دعائے قنوت پڑھے، نہ رکوع کے بعد پڑھے بلکہ آخر میں سجدہ سہو کرلے کافی ہے (برخلاف اس کے کہ فاتحہ یا سورۃ پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو وہاں سے واپس آنے کا حکم ہے جیسا کہ ابھی پیچھے مسئلہ ذکر ہو چکا ہے) لیکن اگر کوئی قنوت پڑھنے کیلئے رکوع سے واپس لوٹا تو اس صورت میں بھی نماز ٹوٹے گی نہیں (جیسا کہ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہے) اب رکوع دوبارہ نہ کرے بلکہ آخر میں سجدہ سہو سے نماز درست ہو جائے گی (شامی ۲/۸۱)

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

نام رکھنے کے آداب (قسط ۳)

برے معنیٰ والے ناموں سے پرہیز اوران کے اثرات

احادیث وروایات میں برے معنیٰ والے ناموں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ برے معنیٰ والے نام ویسے بھی شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، اوراس کے علاوہ برے معنیٰ والے ناموں کا انسان کی زندگی پراثر بھی پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن سعید سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِلَقْحَةٍ تُحْلَبُ مَنْ يَحْلُبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اسْمُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ مُرَّةُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلُبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اسْمُكَ فَقَالَ حَرْبٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلُبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اسْمُكَ فَقَالَ يَعِيشُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم احْلُبْ (مؤطاامام مالک، حدیث نمبر ۱۵۴۰،باب مایکرہ من الاسماء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دودھ دینے والی اونٹنی کو دکھا کر (لوگوں سے) فرمایا کہ اس کا دودھ کون دوہے گا؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ میرا نام ''مرۃ'' (یعنی کڑوا) ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، پھر دوسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا کون دودھ دوہے گا؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ میرا نام ''حرب'' (یعنی جنگ) ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، پھر تیسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا کون دودھ دوہے گا؟

تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے

جواب میں کہا کہ میرا نام ''یعیش'' (یعنی زندگی گزارنے والا) ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دودھ دوہو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ نام والے کا اثر اس کے کام میں بھی آتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے برے نام والوں سے اونٹنی کا دودھ نہیں نکلوایا، کہ کہیں ان کے ناموں کا اثر دودھ میں نہ آجائے۔

حضرت مسیّب کے بیٹے اپنے والد حضرت مسیّب سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَاهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اسْمُکَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي، قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ الْحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ (بخاری، باب اسم الحزن، حدیث نمبر ۵۷۲۲)

ترجمہ: ان کے والد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میرا نام ''حزن'' (یعنی غم وسختی) ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا نام ''سہل'' (یعنی آسانی) ہے، تو ان کے والد نے کہا کہ میں اس نام کو نہیں بدلوں گا، جو میرے والد نے رکھا تھا۔ ابنِ مسیّب کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہمارے گھرانے میں غم کے حالات ہی رہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برے اور غم وغیرہ پر مشتمل معنیٰ والے ناموں کو بدل دینا چاہئے، ورنہ ان کے زندگی پر اثرات منتقل ہوتے ہیں (مرقاۃ، کتاب الآداب، باب الاسامی؛ المنتقی شرح المؤطا، باب ما یکرہ من الاسماء)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَجُلٍ مَا اسْمُکَ فَقَالَ جَمْرَةُ فَقَالَ ابْنُ مَنْ فَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ مِمَّنْ قَالَ مِنْ الْحُرَقَةِ قَالَ أَيْنَ مَسْكَنُکَ قَالَ بِحَرَّةِ النَّارِ قَالَ بِأَيِّهَا قَالَ بِذَاتِ لَظًى قَالَ عُمَرُ أَدْرِکْ أَهْلَکَ فَقَدْ احْتَرَقُوا. قَالَ فَکَانَ کَمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (موطا امام مالک، حدیث نمبر ۱۵۴۱، باب مایکرہ من الاسماء)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ''جمرۃ'' (یعنی انگارہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا کہ تم

کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ شہاب (یعنی ستارہ، ظاہر ہے وہ بھی آگ کا شرارہ ہوتا ہے) کا بیٹا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سوال کیا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا ''حرقہ'' (یعنی آگ جلانے والے) قبیلہ سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''حرۃ النار'' (جگہ کا نام ہے، جس کا معنیٰ ہے آگ کی گرمی) میں رہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا کہ یہ ''حرۃ النار'' کے کس علاقہ میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''ذات لظیٰ'' (نامی موضع، اس کا معنیٰ ہے بھڑکتی ہوئی آگ) کے علاقہ میں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، وہ جل گئے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس نے جا کر دیکھا تو ویسے ہی پایا، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ برے ناموں کا انسان کے حالات پر اثر پڑتا ہے۔

پاکیزگی کے اظہار والے ناموں سے پرہیز

نام رکھنے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ ایسا نام رکھنے سے پرہیز کیا جائے، جس سے اپنی پاکیزگی یا بزرگی و بڑائی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ (بخاری، بَاب تَحْوِيلِ الِاسْمِ إِلَى اسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ)

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے نام ''برۃ'' تھا (جس کے معنیٰ پاکیزہ، نیکوکار کے ہیں) پس کہا گیا کہ آپ اپنے آپ کو پاکیزہ ظاہر کرتی ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ:

فَقَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- لاَ تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ (ابو داود، باب فِي تَغْيِيرِ الأَسْمَاءِ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو پاکیزہ (ونیکوکار) ظاہر نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں کہ تم میں سے کون پاکیزہ ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے نام کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا، جس سے اپنی پاکیزگی، بزرگی و بڑائی کا اظہار ہوتا ہو، کیونکہ یہ ''اپنے منہ میاں مٹھو'' بننے والی بات ہے ''پدرم سلطان بود'' اور ''ہمچو من دیگرے نیست''

دعویٰ ولاف زنی ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے ناموں سے پرہیز

احادیث میں ایسے ناموں پر بھی سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ (بخاری، بَاب أَبْغَضِ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناموں میں بدترین نام اس آدمی کا ہوگا، جو اپنا لقب ''ملک الاملاک'' (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) رکھتا ہوگا (ترجمہ ختم)

اور مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ وَأَغْيَظُهُ عَلَيْهِ رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ (مسلم، باب تَحْرِيمِ التَّسَمِّي بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ وَبِمَلِكِ الْمُلُوكِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ غضب یافتہ اور خبیث ترین وہ آدمی ہوگا، جو اپنے آپ کو ''ملک الاملاک'' (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) سے موسوم وملقب کرتا ہوگا، اللہ کے علاوہ کوئی (حقیقی) بادشاہ نہیں (ترجمہ ختم)

ہماری زبان میں ''ملک الاملاک'' کا ترجمہ ''شہنشاہ'' ہے، اور کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ ہی کے لائق اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس لئے کسی غیر اللہ کے لئے اس نام کی اجازت نہیں۔

(مرقاۃ، کتاب الآداب، باب الاسامی؛ المنتقی شرح الموطا باب مایکرہ من الاسماء)

آج کل یہ وبا چل پڑی ہے کہ جن لوگوں کے نام اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے مرکب ہوتے ہیں ان کو بھی مختصر کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے پکارا جانے لگا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے کئی نام ایسے ہیں جو عبد وغیرہ سابقے کے بغیر غیر اللہ استعمال کرنا جائز نہیں) چنانچہ عبد الرحمان کو ''رحمٰن''، عبدالرحیم کو ''رحیم''، عبدالوحید کو ''وحید''، عبدالرزاق کو ''رزاق''، عبدالغفار کو ''غفار''، عبد الجبار کو ''جبار''، عبدالستار کو ''ستار''، عبدالخالق کو ''خالق''، عبدالقدوس کو ''قدوس'' وغیرہ کہہ کر پکارا جاتا ہے،

---

[1] (مرقاۃ، کتاب الآداب، باب الاسامی؛ شرح النووی علیٰ مسلم، باب اسْتِحْبَابِ تَغْيِيرِ الاسْمِ الْقَبِيحِ إِلَى حَسَنٍ وَتَغْيِيرِ اسْمِ بَرَّةَ إِلَى زَيْنَبَ وَجُوَيْرِيَةَ وَنَحْوِهِمَا)

یہ سب ناجائز، حرام اور کبیرہ گناہ ہیں، جتنی مرتبہ انسان کو ان مختصر ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اتنی مرتبہ ہی یہ کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے اور گونگے بہرے انداز میں سننے والا اور اس کی غلطی پر متنبہ نہ کرنے والا بھی گناہ سے خالی نہیں رہتا یہ گناہ بے لذت ایسا ہے جس کو ہزاروں مسلمان اپنے شب و روز کا مشغلہ بناتے ہیں اور اس کی فکر نہیں کہ اس کا انجام کتنا خطرناک ہے (کذا فی معارف القرآن بتغیر ج۴ ص ۱۳۲)

بُرے القاب کی ممانعت

شریعتِ مطہرہ نے اچھے نام چھوڑ کر برے القاب سے پکارنے کی بھی ممانعت کی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک فرماتے ہیں کہ:

فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي بَنِي سَلِمَةَ (وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الإِيمَان) قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ ثَلاثَةٌ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ يَا فُلانُ. فَيَقُولُونَ مَهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الاِسْمِ فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ)(ابوداود، باب فِي تَغْيِيرِ الاِسْمِ الْقَبِيحِ، ترمذی، حدیث نمبر ۳۱۹۱)

ترجمہ: ہمارے قبیلہ بنی سلمہ کے متعلق (سورہ حجرات کی) یہ آیت نازل ہوئی:

وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الإِيمَانِ

(یعنی) تم ایک دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے۔ حضرت ابوجبیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، تو اس وقت ہم میں سے ایک آدمی کے دو یا تین نام ہوتے تھے، تو نبی ﷺ نے ان ناموں سے پکارنا شروع کیا، تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے، تو اس وقت میں (سورہ حجرات کی) یہ آیت نازل ہوئی: وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو ایسے لقب سے پکارنا، جس سے وہ ناراض ہوتا ہو، یا ایسے الفاظ سے کسی کا ذکر کرنا، جو تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا ہو، وہ جائز نہیں، جیسے کسی کو لنگڑا، لولا، اندھا، یا کانا کہہ کر پکارنا، البتہ اگر کوئی کسی برے لقب سے ہی مشہور ہو گیا ہو، کہ اس کے بغیر اس کو پہچانا ہی نہ جاتا ہو، تو اس کو اس لقب سے پکارنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی تذلیل اور تحقیر مقصود نہ ہو (جیسے اعمش، اعرج دو علمائے سلف کے معروف القاب ہیں) (معارف القرآن ج۸ ص ۱۱۷، ۱۱۸)

(جاری ہے……)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

موجودہ حالات کے تناظر میں (قسط ۴)

وہ خطاب جو حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب نے ادارہ غفران راولپنڈی میں مورخہ ۵/ رمضان/ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۷/ اگست/ ۲۰۰۹ء بروز جمعرات قبل از ظہر فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہ نے محفوظ اور مولوی ابرار حسین ستی صاحب نے نقل فرمایا (ادارہ)

ملک الموت کے ترس کھانے کا واقعہ

حدیث میں میں نے ایک واقعہ پڑھا تھا کہ اللہ میاں نے ایک مرتبہ ملک الموت سے جو روح قبض کرنے پر مامور ہیں، یہ پوچھا تھا کہ آپ کو کسی پر روح قبض کرتے وقت ترس بھی آیا کہ نہیں؟

تو انہوں نے کہا کہ دو بندوں پر آیا تھا، ایک اس بچہ پر اس وقت کہ ایک دریا میں ایک جہاز چٹان سے ٹکرایا اور اس کے غرق ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ غرق ہو گئے تو کچھ لوگ تختوں وغیرہ پر بچ رہے تھے، تو مجھے حکم ملا کہ فلاں کی روح کو قبض کرلو اور فلاں کو چھوڑ دو، اسی اثنا میں ایک عورت ایک تختے پر بیٹھی ہوئی تھی وہ تختہ پانی پر تیرتا ہوا جا رہا تھا، اور ایک بچہ اس کے سینہ کے ساتھ لگا ہوا تھا، تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس عورت کی روح قبض کرلوں حالانکہ وہ عورت تختہ کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور ڈوب بھی نہیں رہی تھی، تو مجھے یہ خیال آیا کہ اس بچے کا کیا بنے گا، کہ یہ تختہ تو سمندر میں تیر رہا ہے، اب یہ بچہ بغیر ماں کے کیا کرے گا؟ بہر حال آپ کا حکم تھا اس لئے میں نے اس بچہ کی ماں کی روح قبض کرلی۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اس کے علاوہ دوسری مرتبہ کب آپ کو ترس آیا؟

تو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ دوبارہ جب شداد نے جنت بنائی، کہ اس میں باغ لگائے اور نہریں نکالیں، اور حوریں بٹھائیں، یہ کیا وہ کیا، جب سب کچھ کروا چکا پھر اس کو اطلاع ملی کہ آپ کی جنت تیار (complete) ہو چکی ہے، اب آپ معائنہ فرمائیے۔

پھر وہ گھوڑے کے اوپر بڑی شان سے بیٹھا، آگے پیچھے بگل بجے، فوج چلی اور بڑے کروفر اور پورے اہتمام کے ساتھ جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ گیا اور اس کے گھوڑے کے دو قدم اندر تھے اور دو باہر

تھے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس کی روح قبض کرلو، میں تو حکم کا پابند تھا میں نے روح قبض کر لی، مگر مجھے خیال آیا کہ آپ اسے اتنی مہلت تو دیتے کہ وہ اپنی جنت کو دیکھ لیتا، مگر آپ نے اپنی حکمت سے اسے مہلت نہیں دی۔

تو اس پر اللہ میاں نے فرمایا کہ یہ جنت بنانے اور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والا شخص وہی بچہ ہے، جس پر آپ کو پہلی مرتبہ ترس آیا تھا، اس کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ اس کی پرورش بھی کرائی، اس کو بادشاہ بنایا پھر اس کو تخت دیا، تو پل بھڑ کر یہ خدائی کے دعوے کرنے لگا، تو پھر کہاں تک اس کا انتظار کریں۔

تو اللہ میاں کے ہاں بھی ایک لمٹ (limit) ہوتی ہے، وہ جب چاہیں تو رسی کھینچ لیں، اب ہمیں یہ معلوم نہیں کہ موجودہ حکمرانوں کی رسی کتنی لمبی ہے؟

لیکن یہ زمانہ بڑا خراب ہے، آپ اس بات سے اندازہ کریں کہ کئی لوگ جنہیں حکومتی آشیرباد حاصل ہے، وہ جگہ جگہ پھر رہے ہیں، کہ اگر آپ کا کوئی کام ہے، کوئی نوکری لینی ہے، کوئی اور مسئلہ یا مقدمہ ہے، وغیرہ تو پیسے دو تو فوراً تمہارا کام ہو جائے گا۔

اور یہ صرف باتیں نہیں ہیں، بلکہ حقیقت ہے، آپ پیسے دیں تو وہ ابھی کرا بھی دیں گے۔

میں نے خود ایک صاحب کو کہا کہ میرا ایک پوتا ہے، اس کو ایف آئی اے میں بھرتی کروادیں، تو انہوں نے کہا کہ اس کی بھرتی تو ہوسکتی ہے، مگر اس طرح کہ آپ چھ لاکھ روپے دیں تو ابھی ہو جائے گی، مگر یہ نوکری ویسے یا کسی کی سفارش سے نہیں ملے گی، چاہے میں کہوں یا کوئی سیکرٹری یا وزیر کہے، اس کے کہنے سے نہیں ملے گی، اور جو پیسے دے اس کے لئے نہ کوئی ٹیسٹ ہے نہ انٹرویو، بلکہ ایک طرف پیسہ دو دوسری طرف آپ کو اپائنٹ منٹ لیٹر (Appointment letter) (تقرری کا خط) ملے گا۔

اور مہنگائی کا جو کچھ حشر ہے، وہ تو سب کو معلوم ہے، کل مذاق کے طور پر نہیں بلکہ ایک شخص نے حقیقت کے طور پر گھنٹی بجائی، کہ اللہ کے واسطے سوال ہے، آپ کا بڑا احسان ہوگا، جب بچے باہر نکل کر گئے تو وہ یہ کہہ رہا تھا، کہ صرف چینی کا سوال ہے، چینی دے دو، تو بچے ہنستے ہوئے اندر آئے کہ بابا چینی مانگ رہا ہے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ جب اس طرح سے چیزیں مانگی جائیں گی، کہ کوئی چینی مانگے گا، کوئی آٹا مانگے گا تو کیا حال ہوگا؟

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ (جاری ہے..........)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مفتی محمد رضوان

طاقت کا غلط اور بے جا استعمال

میں ایک مرتبہ اپنے یہاں صبر وتحمل اور علم کے فضائل واہمیت اور غصہ کی برائی و مذمت پر بیان کررہا تھا، بیان کے دوران غم وغصہ سے پیدا ہونے والے نقصانات مثلاً طلاق، قتل وغارت گری اور خودکشی وغیرہ کا بھی ذکر آیا۔

بیان سے فراغت کے بعد حاضرین میں سے ایک سولہ سترہ سالہ نوجوان نے کہا کہ میں نے آپ کا بیان سنا، جس سے بہت فائدہ ہوا، اور اگر میں آپ کا بیان نہ سنتا تو قریب تھا کہ میں کسی حملہ ودھماکہ کا حصہ نہ بن جاتا، اس لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

میں نے نوجوان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں کرنے والے تھے؟

اس نوجوان نے کہا کہ میں دراصل پچھلے دنوں کچھ گھریلو حالات اور زندگی کے واقعات سے اکتایا ہوا تھا، اسی دوران مجھے کچھ نماز وغیرہ کا شوق ہوا، اور میں نے مسجد میں جاکر نماز پڑھنا شروع کی، اس مسجد میں مولوی صاحب درس بھی دیا کرتے تھے، ان کے درس میں بھی شرکت کی۔

وہ مولوی صاحب اپنے درس میں ہمیشہ ملک میں ہونے والے حالات سنا سنا کر غم وغصہ دلایا کرتے تھے، حکومت، فوج اور عوام کے کردار سے مایوسی پیدا کیا کرتے تھے، اور پھر جہاد اور انقلاب کے نام سے جوش و جذبہ پیدا کیا کرتے تھے، اور شہادت کے فضائل بتلا کر مرنے اور مارنے کا جوش دلایا کرتے تھے، اور میں تو پہلے سے ہی اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا لیکن خودکشی کے گناہ سے ڈر کی وجہ سے کوئی اقدام نہیں کیا کرتا تھا، لیکن ان مولوی صاحب کے بیان کوسُن سُن کر میں نے سوچا کہ خودکشی کے گناہ سے بچنے اور مصیبت زدہ زندگی سے جان چھڑانے کا یہ آسان اور اچھا راستہ ہے کہ کسی طرح اللہ کے راستہ میں مقبول ہوجاؤں، اس طرح سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی، اور آخرت میں بھی اجر وانعام پاؤں گا۔

میں نے یہ سُن کر اس نوجوان کو سمجھایا کہ ایسی بات نہیں ہے اور اگر ان مولوی صاحب نے واقعتاً اس قسم کی باتیں کی ہیں، تو وہ مولوی صاحب کم علم، نادان اور ناعاقبت اندیش انسان ہیں، آپ اس طرح کا اقدام کرکے ہرگز خودکشی کے گناہ سے نہیں بچ سکتے تھے، کیونکہ اصل مقصد دنیا سے تنگ آ کر اس سے رخصت ہونا

تھا، اسی غرض سے آپ میں یہ جذبہ پیدا ہوا، اور نفس و شیطان نے اس پر جہاد اور شہادت کا لیبل چڑھا دیا۔

پھر میں نے نفس اور شیطان کی تلبیسات اور تخدیعات کا کچھ ذکر کیا کہ یہ نفس اور شیطان کس کس طرح سے تلبیس کر کے انسان کو گناہ میں مبتلا کرتا ہے، اور کیا کیا رنگ دکھاتا ہے، اور کس کس طرح سے دین کے نام پر اپنے جال میں پھنساتا ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ میں نے اس نوجوان کو جہاد اور شہادت کے بارے میں بتلایا کہ جہاد کا مفہوم تو بہت وسیع ہے، اور اس میں نفس کے خلاف جہاد کرنا بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور قتال بھی جہاد کا ایک اعلیٰ فرد ہے، لیکن قتال تو کافروں سے ہوتا ہے، مسلمانوں سے نہیں ہوتا، البتہ آپ مسلمانوں میں جاری گناہوں کے خلاف قلمی اور زبانی جدوجہد کر کے جہاد کر سکتے ہیں۔

پھر میں نے ان صاحب کو یہ بھی بتلایا کہ جہاد وقتال سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے، نہ کہ صرف شہید ہو جانا، اور جہاد وقتال کے اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے اگر شہادت حاصل ہو جائے تو وہ بھی بہت بڑی نعمت ہے، لیکن جہاد کے اس مقصودِ اصلی کو نظر انداز کر کے کسی بھی طرح صرف قتل ہو جانے اور شہید ہو جانے کو مقصود بنا لینا اور پھر اسی جذبہ کے تحت یہ عمل کرنا جہاد کے اصل مقصود کو نہ سمجھنا ہے۔ [۱]

اور آپ کو دنیا کے مسائل و مصائب سے تنگ آ کر موت کا متلاشی نہیں ہونا چاہئے، بلکہ صبر و ہمت سے حالات کا مقابلہ کر کے اپنی زندگی کی قدر کرنی چاہئے، اور نیک اعمال کے ذریعہ سے اپنی آخرت کو درست کرنا چاہئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی، جہنم بھی　　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے، نہ ناری ہے

میری تمام تر گفتگو سننے کے بعد اس نوجوان نے کہا کہ آپ کی باتیں سُن کر مجھ پر حقیقت کھلی ورنہ وہ مولوی صاحب تو مجھے قبر میں ہی پہنچا کر دم لیتے۔

---

[۱] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
قتل سے مراد خودکشی نہیں ہے بلکہ مراد قتال ہے، یعنی لڑو جنگ کرو، اس نیت سے کہ جان اور مال اور ایمان بچ جائے، پھر اس قتال میں اگر جان چلی جائے تو چلی جائے، وہ شہادت ہے اور خود قتل مقصود نہیں ہے، وہ بھی جبکہ اس قتال کی سب شرطیں پائی جائیں اور موانع مرتفع ہوں جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں ہے اور خود قتل کا مقصود نہ ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر جگہ یُقْتَلُوْنَ (بصیغۂ مجہول) بعد میں ہے یَقْتُلُوْنَ (بصیغۂ معروف) پہلے، پس معلوم ہوا کہ یُقْتَلُوْنَ (یعنی قتل ہونا) خود مقصود نہیں بلکہ یَقْتُلُوْنَ (یعنی قتل کرنے) سے کبھی لازم آ جاتا ہے (الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ ج ا ص ۱۰۸ ملفوظ نمبر ۱۱۶)

Idara Ghufran

اسی طرح ایک اور نوجوان نے مجھے ایک مرتبہ بتلایا کہ میں ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب کے بیان میں شریک ہوا، رمضان کا مہینہ اور آخری عشرہ تھا، اور اس دن اس مسجد میں ختم قرآن کی تقریب تھی، اور میں ان مولوی صاحب کے بیان کی شہرت سن کر ان کے بیان میں شرکت کے لئے گیا تھا، ختمِ قرآن کے بعد مولوی صاحب نے ان سورتوں کی تفسیر بیان کی اور رات کے تین بجے تک سلسلہ جاری رہا، اور مولوی صاحب نے ہر سورت اور ہر آیت سے جہاد وقتال کو ثابت کیا، اور لوگوں کو اس کا جوش و جذبہ دلایا اور معاشرہ میں بے حیائی اور بے غیرتی اور فسق وفجور کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی دعوت دی، جس کو سُن کر مجھے اتنا جوش پیدا ہوا کہ دل قابو میں نہیں آ رہا تھا اور بار بار تقاضا پیدا ہو رہا تھا کہ اسی وقت اُٹھ کر باہر جاؤں اور ماروں یا پھر مر جاؤں، یا کوئی بم پھاڑ کر بازار میں پھرنے والی ان بے پردہ خواتین اور بدنظری میں مبتلا لوگوں کو بم سے اُڑا دوں۔

مگر میرے ساتھ ایک میرے دوست تھے، جب میں نے اپنے ارادہ کا ان پر اظہار کیا تو انہوں نے مجھے اس کام سے روکا۔

انہوں نے مجھے کہا کہ اتنا بڑا اقدام کسی مستند عالمِ دین سے مشورہ کئے بغیر نہیں اُٹھانا چاہئے، زندگی ایک ہی مرتبہ ملتی ہے، بار بار نہیں ملتی، لہٰذا اپنی قیمتی جان کو اسی طرح گنوا دینا ٹھیک نہیں۔

پھر میں نے بعض علماء سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے معلوم کیا تو انہوں نے اس سے منع کیا، اور کہا کہ یہ طریقہ صحیح نہیں بلکہ آپ کو ہمت وحوصلہ اور صبر وتحمل کے ساتھ رہنا چاہئے اور زبانی وقلمی جہاد کرنا چاہئے۔

اندازہ لگایئے کہ ہمارے یہاں اس قسم کے مولوی بھی ہیں کہ جو جہاد وقتال کے عنوان سے لوگوں اور بالخصوص کم علم نوجوانوں کو جوش وجذبہ دلا کر غلط راستہ پر لگاتے ہیں، اور قرآن مجید کو ڈھال بناتے ہیں، بھلا قرآن مجید کی آخری سورتوں میں جو کہ مکی ہیں قتال کا ذکر کہاں سے آ گیا،

جہاد وقتال کا حکم اپنی جگہ ہے، لیکن ہر جگہ اور ہمیشہ ہاتھ کے ذریعہ سے منکرات کے روکنے کو جہاد وقتال کا درجہ دینا صحیح نہیں، اور خواہ جہاد وقتال کا معاملہ ہو، یا کسی اور چیز کا، شریعت نے ہر چیز کے کچھ اصول وآداب اور قواعد وشرائط اور حدود مقرر کی ہیں، ان کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے معاشرہ میں یہ عجیب صورتِ حال ہے کہ یا تو شریعت کے کسی حکم کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور جب اہمیت دیتے ہیں، تو پھر جوش وجذبہ میں آ کر اس کی حدود سے بھی آگے گزر جاتے ہیں، گویا کہ کبھی افراط

کی خرابی میں مبتلا ہوتے ہیں تو کبھی اس کو چھوڑ کر تفریط کی خرابی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اوراس مثال کا حصہ بن جاتے ہیں کہ: ع

کنویں میں سے نکلے تو کھائی میں جا پڑے

اور بہرصورت راہِ اعتدال سے محروم رہتے ہیں، اوراس کی بنیادی وجہ شریعت کی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہ ہونا اوراپنے نفس کی اصلاح نہ کرانا ہے۔

چنانچہ جہاد کا مسئلہ ہو یا دعوت وتبلیغ کا یا پھر سیاست کا ہرشعبہ میں آجکل افراط وتفریط سامنے آرہی ہے، اور اعتدال پر قائم رہنے والے حضرات عنقاء ہیں، اور جب بھی ضلالت وگمراہی نے دنیا میں جنم لیا وہ یا افراط کی شکل میں جنم لیا یا پھر تفریط کی شکل میں جنم لیا۔

اس لئے موجودہ دور کے بعض جذباتی حضرات جو کم علم اور بالخصوص کم عمر نوجوانوں کو جہادوقتال کے نام پر شہادت کے فضائل کے ذریعہ سے جذبہ پیدا کرکے غیر شرعی جہاد پر اُبھارتے ہیں ان کو اپنے اس طرزعمل کی اصلاح کرنی چاہئے، اور مسلمانوں کی جان ومال کے غلط استعمال کی صورتوں سے بچنا چاہئے۔

ورنہ کل قیامت کے دن ان کے جوش وجذبہ دلانے کے نتیجہ میں اپنی جان کی قربانی دینے والے نادان اور کم علم مسلمانون کے خون اوراس کے نتیجہ میں دوسرے مسلمانوں کے مالی وجانی نقصان سے اپنے نامۂ اعمال سیاہ کرنے کے وبال سے بچنا مشکل ہوگا۔

ہم افسوس کے ساتھ اس بات کے کہنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے یہاں ایک مدت سے دین کے نام پر طاقت کا غلط اور بے جا استعمال ہورہاہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی جانی ومالی اورایمانی طاقتیں اورصلاحیتیں کسی تعمیری کام میں استعمال وخرچ نہیں ہورہیں۔

کاش کہ مسلمانوں کی اس طرح وقتاً فوقتاً استعمال ہونے والی یہی طاقت وصلاحیت جوش کے بجائے ہوش کے ساتھ اورنادانی وجہالت کے بجائے علم کی روشنی میں استعمال ہو، اور ملک وملت کی تعمیر وترقی اورفلاح وبہبود کا حصہ بنے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہرشعبۂ زندگی سے متعلق شریعت کے احکام کا صحیح اور مکمل علم حاصل کرکے، اس کو اعتدال کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں، اور افراط وتفریط کی خرابیوں سے حفاظت فرمائیں، اورکم علم مقتداؤں کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔آمین

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۷)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

حضرت مفتی صاحب کی تصانیف

حضرت جی دامت برکاتہم کی اب تک مختلف موضوعات پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن کے موضوعات کا اندازہ ان کے ناموں سے ہوتا ہے، ان کا مختصر تعارف درجِ ذیل ہے:

(۱)......محرم کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے پہلے مہینے ''محرم الحرام'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے، اور، اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق، عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات، محرم کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے؛ اور ماہِ محرّم کے سینکڑوں تاریخی واقعات وحالات کو درج کیا گیا ہے، اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۲)......ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات

اس کتاب میں قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے ''صفر'' سے متعلق شرعی احکامات، زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اور ان کا ردّ کیا گیا ہے، اور موجودہ دور کی سینکڑوں توہّم پرستیاں، اور زمانۂ جاہلیت سے ان کا تعلق اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات واضح کیا گیا ہے، اور ماہِ صفر کے سینکڑوں تاریخی واقعات وحالات کو درج کیا گیا ہے۔ اور اس کے بھی متعدّد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۳)......ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وحدیث، فقہ اور اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے

Idara Ghufran

تیسرے مہینے ربیع الاول سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات کو مفصّل ومدلّل انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور ماہِ ربیع الاول کے سینکڑوں تاریخی واقعات وحالات کو درج کیا گیا ہے۔ اور اس کے بھی متعدّد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۴)......ماہ ربیع الآخر

اس کتاب میں اسلامی سال کے چوتھے مہینے''ربیعُ الاٰخر''جس کو''ربیعُ الثّانی'' بھی کہا جاتا ہے کے متعلق شرعی احکام کو بیان کیا گیا ہے، اور اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج بدعات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ماہِ ربیعُ الاٰخر کے تاریخی واقعات وحالات کو درج کیا گیا ہے، اس کے بھی متعدّد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۵)......ماہِ جمادی الاولیٰ وماہِ جمادی الاخریٰ

اس کتاب میں ماہِ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ سے متعلق احکام، اور تاریخی واقعات، اور چند سالانہ غیر شرعی وغیر اسلامی رسموں کو بیان کیا گیا ہے۔

(۶)......رجب کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور تعلیماتِ اکابر کی روشنی میں ماہِ رجب کے فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات، تاریخی حالات ودلچسپ واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۷)......شعبان وشب برأت کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے آٹھویں مہینے''شعبانُ المُعَظَّم'' سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات وبدعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور''شبِ برأت'' کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا معتدل نظریہ مدلل انداز میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، شبِ برأت کے بارے میں علمی وعملی، فکری ونظریاتی خرابیوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ شعبان سے متعلق بعض اہم تاریخی واقعات وحالات کو بھی درج کیا گیا ہے، اور اس کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۸)......رمضان المبارک کے فضائل واحکام (مجلد)

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ''ماہِ رمضان'' اور اس سے

متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات کومفصل ومدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزے کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، تراویح کے فضائل واحکام، شبِ قدر کے فضائل واحکام، اعتکاف کے فضائل واحکام، اوران سے متعلق رائج منکرات وبدعات پر مفصلا ومدللًا روشنی ڈالی گئی ہے، اوراس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، جن میں سے آخری ۱۴۳۰ھ کا ایڈیشن زیادہ مفصّل ومدلل ہے۔

(۹)......شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وحدیث، فقہ اوراہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے دسویں مہینے''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کومدلل ومفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور صدقۂ فطر، چاند رات، عید کی نماز، عید کی رسموں اور شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، اورساتھ ہی ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات وحالات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اوراس کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۰)......ماہِ ذی قعدہ کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اورمنکرَات کو بیان کیا گیا ہے، ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج سے متعلق چند بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں، اور قابلِ اصلاح چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات وحالات کو بھی درج کیا گیا ہے۔

(۱۱)......ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے بارہویں مہینے''ماہِ ذی الحجہ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات کومفصّلًا بیان کیا گیا ہے، اور ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ، شبِ عید، عیدُ الاضحیٰ اورقربانی کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل ومسائل، عقیقہ کے فضائل ومسائل، موجودہ دور میں ان چیزوں سے متعلق پائے جانے والے منکرات وبدعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اورساتھ ہی اس مہینے سے متعلق بے شمار واقعات وحالات کو بیان کیا گیا ہے۔ اوراس کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۸)

(انتخاب از بالِ جبریل)

تیرے محیط میں کہیں گوہرِ زندگی نہیں		ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھا چکا میں صدف صدف
عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا		نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف
صحبت پیرِ روم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش		لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف
مثلِ کلیم ہوا اگر معرکہ آزما کوئی		اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ		سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف ۱

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی		کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی
تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے		جو خودی رہی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی ۲

۱ اہم الفاظ کی وضاحت۔محیط۔سمندر، گوہر۔موتی، صدف۔سیپی، عشقِ بتاں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز یعنی مخلوقات سے دل لگانا، اسے زندگی کا مقصود بنانا، خودی۔معرفتِ نفس، خودشناسی جو خداشناسی کا ذریعہ بنے۔نقش ونگارِ دیر۔دَیر بت خانہ کو کہتے ہیں، مراد یہ پوری مادی کائنات، یہ دنیا ہے۔رضائے حق کو سامنے رکھے بغیر، آخرت کی کامیابی کو مقصود بنائے بغیر اس دنیا پر محنت کرنے اور دنیوی زندگی کو مقصود بنانے سے منع کر رہے ہیں۔

حکیم: فلسفی، دانشور یہاں مراد ایسا دانشور جس کی دانش مادیت میں الجھی ہوئی ہو۔کلیم: مردِ درویش، قلندر، خدا آشنا۔سربجیب: سرگریبان میں ڈالنا، غور وفکر کرنا، سربکف: سر پر کفن لپیٹ کر مردانہ وار میدان عمل میں اتر پڑنا۔درخت طور: طور پہاڑ یعنی کوہِ سینا پر وہ درخت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ نظر آئی تھی، حالانکہ وہ اللہ کی تجلی تھی، اس تجلی کے پردے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی حاصل ہوا تھا، بانگِ لاتخف: ڈر۔قلنا لاتخف انک انت الاعلیٰ (طٰہٰ آیت ۶۸، نیز النمل آیت ۱۰، والقصص آیت ۳۱) کی طرف اشارہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے مقابلے کے میدان میں تسلی دی کہ خوف واندیشہ مت کر تو ہی غالب رہے گا۔ ؎ وعدۂ غلبہ ہے مومن کے لئے قرآن میں پھر جو تو غالب نہیں کچھ کسر ہے تیرے ایمان میں۔

دانشِ فرنگ۔وحی کی رہنمائی سے محروم مغرب کے مادی وطبیعاتی علوم، دین وایمان کے بغیر ان علوم کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ایمان و یقین کا سرمہ جس آنکھ میں لگا ہے وہ ظاہری مادی چمک دمک سے متاثر نہیں ہوسکتی۔

۲ بادِ صبحگاہی: صبح کی ہوا، نسیمِ سحر: جو زندگی کا پیغام لے کر آتی ہے، کیف وسرور اور نشاط وآگہی پیدا کرتی ہے، پرندوں کو چہچہاہٹ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نشانِ راہ جو دکھاتے تھے ستاروں کو		ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے
نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز		یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے ۱

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے		شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر
میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں		لاتے ہیں سرور اول، دیتے ہیں شراب آخر ۲

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کوئل کو کو کنے اور بلبل و مینا کو ترنم پر۔ کلی کو کھلنے اور پھول کو چٹخنے پر آمادہ کرتی ہے، خدا آگاہ ہستیوں کو راز و نیاز اور مناجات و آہ و فریاد کے لئے بے قرار کرتی ہے اور اقبال جیسے سلیم الفطرت مفکروں، ادیبوں، شاعروں کی روح کی گہرائیوں اور دل کی پہنائیوں میں لطیف حقائق اور غیبی مضامین کا الہام کرتی ہے۔

۱ پہلے شعر میں امت کے انحطاط اور قیادت کے فقدان کی طرف اشارہ کیا ہے، دوسرے شعر میں قائد کے تین نمایاں اوصاف بتلائے ہیں۔ نگہ بلند یعنی وسیع الظرف، خوددار، غیرت مند ہو، تنگ نظر، احساسِ کمتری اور ذہنی مرعوبیت میں مبتلا نہ ہو جس میں گذشتہ لگ بھگ ڈیڑھ سو سال سے مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ، روشن خیال و جدت پسند طبقہ پورے دل و جاں سے مبتلا ہے، الا ماشاء اللہ، نو تعلیم یافتوں کی یہ ذہنی مرعوبیت اور مغربیت زدگی امت مسلمہ کے مشکلات اور زوال کے اسباب میں ایک اہم ترین سبب ہے، کیونکہ سب کلیدی عہدوں، پالیسی ساز اداروں اور قیادت کے مناصب پر مغرب کے یہ بے دام غلام، ٹائی پتلونوں میں ملبوس مخلوق مسلط ہے، اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ہر کوشش کو کچلنا یہ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، سخن دلنواز: اچھے گفتار اور برتاؤ کا حامل، جاں پرسوز۔ ایمان و یقین اور روحانی بالیدگی کی لذت و حلاوت اس کے دل و جاں میں رچی بسی ہو۔

۲ شمشیر و سناں۔ تیر و تلوار، طاؤس و رباب۔ گانے بجانے کے آلات۔ دنیا میں قوموں خصوصاً امتِ مسلمہ کے عروج و زوال کا اہم سبب و راز بیان کرتے ہیں کہ جفاکشی، ہمت، محنت اور زورِ بازو کے بل بوتے پر قومیں عروج پاتی، سلطنتیں حاصل کرتیں، دنیا میں قیادت کے منصب پر فائز ہوتی ہیں۔ پھر آئندہ نسلوں میں رفتہ رفتہ، تن آسانی، راحت پسندی، بدکرداری، پست ہمتی، فسق و فجور سرکشی و آوارہ مزاجی جیسے مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

شباب و کباب، مستی و شراب، رقص و غنا، اور راگ رنگ جیسی بیہودگیوں میں پورے جان و تن سے وہ مبتلا و فریفتہ ہو جاتے ہیں، اس مرحلہ میں پہنچ کر قانون فطرت حرکت میں آتا ہے، اور ان کو بے نام و نشان کر دیتا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے کو قدم قدم پر یہ عبرت آموز خاکے نظر آتے ہیں۔

دوسرے شعر میں مغربی قمار بازوں و فنکاروں کا طریقہ واردات بتلایا ہے کہ یہ اپنے نظام تعلیم، تمدن و ثقافت، ذرائع ابلاغیات وغیرہ کے ذریعے سبز باغ دکھا کر اور شیشے میں اتار کر فرد کی ذات اور اس کی زندگی سے ایمان و یقین اور اپنی روایات و روحانی اقدار سے وابستگی اور تعلق ختم کرتے ہیں۔

دنیوی زندگی کو ہی اول و آخر مقصود بنا کر اسی کے لئے جینے مرنے کی ذہنیت اور مزاج اس کا بناتے ہیں جس کے بعد مادیت پرستی اور سفلی خواہشات کی تکمیل کی شراب پینے کے لئے وہ بے قرار ہو جاتا ہے، اور اللہ، رسول، موت، آخرت، جنت، جہنم، گناہ، ثواب سب چیزوں سے رخ موڑ کر مادی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش عیش بنانے کے لئے سفلی خواہشات کی تکمیل کو مقصدِ زندگی بنا دیتا ہے۔

Idara Ghufran

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی		شائد کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لاالٰہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں		گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے		کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ ۱؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی		کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی ۲؎

۱؎ مسلمانوں کے دورِ عروج کی صفات یاد دلا کر دورِ زوال کی حالتِ زار پر تازیانہ برسا رہے ہیں۔

۲؎ فرد کی ذات میں جب ایمان ویقین پیدا ہوجاتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی معرفت اور درد ومحبت کی دولت اسے ہاتھ آجاتی ہے تو وہ انسانیت کی معراج پر فائز ہوجاتا ہے اوراس کی ہمتِ بلند کے آگے یہ ساری مادی کائنات اپنی تمام تر رعنائیوں اور پہنائیوں کے باوجود محض پرِ کاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بلال حبشی جیسے غلام وفقیر کی پاؤں کی آہٹ پھر جنت کے بالا خانوں میں سنائی دیتی ہے،عرب کے بدو ایمان ویقین کی اس دولت کے حامل ہوکر جب صحرا اور ریگستانِ عرب سے نکلتے ہیں تو قیصر وکسریٰ کے تخت الٹاتے،تاج اچھالتے اورروم وشام کی باجبروت سلطنتوں سے باج وخراج لےکرآتے ہیں۔

عشق حقیقی اور معرفتِ الٰہی کی اس دولت کے حصول کا نسخہ رات کے پچھلے پہر کی عبادت،تہجد،ذکر،استغفار دعاء ومناجات،رب کی بارگاہ میں آہ وفریاد ہے،رومی وغزالی وغیرہ سب بزرگانِ دین جن کے نفوسِ گرم کی تاثیر سے امت کو ایمانی حرارت اور روحانی بالیدگی ملتی رہی ان کی نظر کیمیا اثر اور باطنی دولت کا راز یہی شبِ زندہ داری اور رات کے پچھلے پہر کے نالے ومناجات اورآہ وفریاد ہے۔

رات کے آخری وقت میں ایک ایسی دولت بٹتی ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے، جو سووت ہے سو کھووت ہے

مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمہ تحریک خلافت (1920ء) کے روح رواں،اور مسلمانانِ ہند کے انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی میں عظیم رہنما جب مشہور مقدمہ بغاوت میں سزا پاکر جیل گئے تو قیدِ تنہائی اور خلوت کے یہ شب وروز رب کی عبادت اور شب بیداری کے لئے غنیمت سمجھے،اپنے اس روحانی تجربے کو ایک شعر میں یوں ذکر کیا ہے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں اب تو ہونے لگی ہیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کو سلطان سنجر نے جوان کے زمانے کے عظیم وباجبروت مسلمان بادشاہ تھے پیشکش کی کہ میں نیمروز نامی صوبہ (یہ علاقہ موجودہ افغانستان میں ہے) کی آمدنی آپ کی خانقاہ کے لئے مقرر کرنا چاہتا ہوں تو شیخ نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ جس کو نیم شب (یعنی آدھی رات) کی بادشاہی کا چسکا پڑ چکا ہو وہ نیمروز کی دولت کو کیا خاطر میں لائے گا اسی فقیری میں ہم امیر ہیں آدھی رات کو اپنے رب سے نالہ ومناجات کی جو دولت وبادشاہی ہمیں حاصل ہے ہم دنیا کی دولت لے کر اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ذیل کے اشعار میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد در دل بود گر ہوس ملکِ سنجرم
زانکہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب من ملکِ نیم روز را بیک جونمی خرم

ترجمہ: سلطان سنجر کے کالے جھنڈے کی طرح میرا منہ کالا ہوجائے اگر میرے دل میں سنجر کی دولت وسلطنت کا لالچ پیدا ہو۔اس لئے کہ میں نے آدھی شب کی سلطنت کی خبر پائی ہے اس کے مقابلے میں، میں نیم روز کی سلطنت کو ایک جو کے دانے پر بھی نہیں خریدتا۔

قرآن مجید میں شب زندہ داری اور رات کی عبادت کی ترغیب کئی مقامات پر ہے اوراسے عبادالرحمان یعنی اللہ کے نیک بندوں کی صفت اور علامت قرار دیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو		کچھ ہاتھ آتا نہیں بے آہِ سحر گاہی
اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی		جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ		ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی		اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(جاری ہے............)

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل ابتدائی وحی (اقراء کے بعد) سورہ مزمل میں رات کی عبادت کی تاکید کی گئی اور اسی سورت میں صحابہ کرام کی رات کی عبادت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا (سورة مزمل آیت ۱ تا ۶)
وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (سورة الفرقان آیت ۶۴) تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (سورة السجدة آیت ۱۶) وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (سورة الذاريات آیت ۱۸)

طائرِ لاہوتی: یعنی لاہوت کا پرندہ۔ لاہوت اس مادی اور عنصری کائنات سے اوپر کے عالم کو کہتے ہیں ہماری روح اس عنصری کائنات کی چیز نہیں بلکہ اوپر سے آئی ہے اور اوپر ہی اس نے جانا ہے۔ روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں، کہ اس مادی اور عنصری جہان کے چیزوں میں مگن ہو کر تیری روحانی پرواز، اور روح کی ترقی و عروج اور بالیدگی میں خلل آئے تو تیرے لئے یہ اصل موت ہے۔ اس روحانی موت سے بچنا چاہئے اس کے مقابلے میں عام طبعی موت جو روح کا بدن سے علیحدہ ہونے کا نام ہے وہ اچھی ہے کیونکہ اس سے روح کے پرواز میں کوئی خلل نہیں آتا لہٰذا سوز و ساز اور درد و محبت (جو ایمان و یقین کی جان ہیں) والی زندگی گزارو تاکہ روح کی پرواز میں خلل نہ آئے اور روح ناسوت سے گزر کر لاہوت میں پرواز کرنے کے قابل ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ سفلی خواہشات کو لگام دو، مادی چیزوں کو مقصود نہ بناؤ۔ نکتہ۔ صوفیاء اپنے روحانی تجربات اور مکاشفات میں چار عالموں کا ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔ پہلا عالمِ ناسوت جو یہ عنصری و مادی جہان ہے۔ دوسرا عالمِ لاہوت، تیسرا عالم ملکوت، چوتھا عالمِ جبروت، ان چاروں عالموں کے حقائق و تفصیلات اس قوم کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کی نادر روزگار کتاب، ''عبقات'' میں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے لیکن عوام کے فہم سے یہ مضامین بہت اونچے ہیں۔

دارا و سکندر سے مراد وہ شاہانِ عالم ہیں جو فرعونی اوصاف کے حامل ہوں، خدا پر ایمان نہ رکھتے ہوں یا رکھتے ہوں تو برائے نام۔ اپنی خدائی اور عظمت کا ڈنکا بجوانا اور بنی نوع انسان کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا، استبداد و استحصال میں مبتلا کرنا اور اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا ان کے پیش نظر ہو، موجودہ سب سامراجی اور طاغوتی طاقتیں عہدِ قدیم کی فرعونیت، دارائیت و سکندریت کا جدید و ماڈرن ایڈیشن ہیں۔ بوئے اسد اللّٰہی: سے مراد خدا آشنا، لوگوں کی سلطنت جیسے خلفائے راشدین، عمر بن عبدالعزیز، صلاح الدین ایوبی، اورنگزیب عالمگیر، سلطان التمش علیہم الرحمہ وغیرہ۔ اسد اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ ایسے خدا مست فقیروں کے ہاتھ میں جب سلطنت آتی ہے تو فطرت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں، خلافتِ ارضی جو انسان کو دی گئی ہے اس کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اس مضمون کو ایک فارسی شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

چوں فقر در لباسِ شاہی آمد	ز تدبیر عبید اللّٰہی آمد

اقبال مرحوم کا بھی یہ فارسی شعر اسی مضمون کا ہے

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند	در شہنشاہی فقیری کردہ اند

پیارے بچو! ابوفرحان

لالچ بُری بلا ہے

پیارے بچو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے سچے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا جب آپ کی قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی اور آپ کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت آسمان پر اٹھالیا۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ آسمانوں پر زندہ سلامت ہیں اور قیامت کے قریب جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے آپ کو زمین پر واپس اتاریں گے اور آپ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق اپنی بقیہ زندگی گزاریں گے۔ آپ کے ہاتھوں دجال کا خاتمہ ہوگا اور کئی برس تک آپ کی حکومت رہے گی اور یہ زمانہ انتہائی خیر وبرکت اور امن وامان کا ہوگا۔ پیارے بچو, آج ہم آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا واقعہ سناتے ہیں۔

پیارے بچو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیک شخص آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کو ساتھ لیا اور سفر پر چل دیئے۔ وہ دونوں چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچے، ان کے پاس تین چپاتیاں (روٹیاں) تھیں، نہر کے کنارے بیٹھ کر وہ کھانا کھانے لگے، دو چپاتیاں کھالیں اور ایک رہ گئی، عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کر دریا سے پانی پینے کے لئے گئے، واپس آئے تو چپاتی غائب تھی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ چپاتی کہاں گئی؟

وہ بولا۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ چلتے چلتے جنگل میں ایک ہرن نظر آیا ہرن کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن کے ایک بچے کو بلایا۔ وہ آ گیا۔ آپ نے اسے ذبح کیا اور بھون کر دونوں نے کھایا۔ پھر ہرن کی ہڈیوں کو ایک جگہ جمع کر کے فرمایا:۔ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو وہ ہرن کا بچہ اٹھ کر چلا گیا پھر اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں اس ذات کے واسطے سے جس نے تجھے یہ نشانی دکھائی، پوچھتا ہوں کہ وہ روٹی کس نے لی ہے؟ وہ کہنے لگا مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد پھر دوبارہ چل پڑے۔ چلتے چلتے ایک گھنے جنگل میں پہنچے۔ ایک جگہ بیٹھ کر عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اکٹھی کر کے ڈھیر لگا کر فرمایا۔ اے مٹی اللہ کے حکم سے سونا بن جا۔ وہ مٹی فوراً سونا بن گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سونے کے تین حصے کیئے اور فرمایا ایک حصہ تیرا، اور ایک حصہ میرا اور ایک اس کا جس نے وہ روٹی

کھائی۔ وہ شخص فوراً بولا وہ روٹی تو میں نے لی تھی۔عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ سارا سونا تیرا ہی ہے۔ یہ کہہ کر اس شخص سے جدائی اختیار کر لی۔ کچھ ہی دیر بعد دو آدمی اور اس جنگل میں آ پہنچے انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس اتنا مال ہے۔تو انہوں نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں اور مال اس سے لے لیں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ دیکھو مال بہت ہے،ہم تینوں اسے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

ان تینوں نے وہ مال تین حصوں میں تقسیم کیا تو ان تینوں کو بھوک لگنے لگی۔انہوں نے ایک ساتھی کو شہر سے کھانا لینے کیلئے بھیج دیا۔ جسے کھانا لانے کے لئے بھیجا تھا وہ سوچنے لگا کہ اس مال میں اُن تینوں کو کیوں شریک کروں؟ کیوں نہ اس کھانے میں زہر ملا دوں تا کہ وہ دونوں مر جائیں اور میں خود ہی سارے مال کا مالک بن جاؤں۔اس نے پہلے خود کھانا کھایا پھر ان ساتھیوں کا کھانا لیا اور اس کھانے میں زہر ملا دیا۔ادھر وہاں جنگل میں ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم ایک حصہ مال سے اسے کیوں دیں؟ جب وہ کھانا لے کر آئے گا تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور یہ مال آپس میں ہی بانٹ لیں گے چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آیا تو ان دونوں نے اسے قتل کر دیا، اور وہ زہریلا کھانا کھا کر وہ دونوں بھی مر گئے۔ وہ مال اور ان تینوں کی نعشیں اسی طرح جنگل بیابان میں پڑی رہ گئیں (کتاب الزہد مترجم،ص ۱۱۳، از امام ابو بکر عبداللہ بن ابی الدنیا قرشی بغدادی، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

پیارے بچو! لالچ بُری بلا ہے۔ لالچ نہیں کرنا چاہئے۔اور حرام مال سے بچنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ حرام رزق کھانے والے سے ناراض ہوتے ہیں اور اس کی عبادت اور دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ لالچ سے بچنا چاہئے کیونکہ لالچ انسان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۴ ''شرم وحیا''﴾

اور اس کا اردو زبان میں ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شرم ہو جاؤ اور پھر جو چاہو کرو''

بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا ہے کہ جتنے کاموں کو چھوڑنے کا شریعت میں حکم ہے مثلاً شرک، بدعت، بدکاری، چوری، ظلم، غیبت، حسد، تکبر وغیرہ اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی گناہ وغیرہ اس طرح کے تمام کاموں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صلاحیت عطا فرمائی ہے اس کا نام 'حیاء' ہے۔ معلوم ہوا کہ مثبت و منفی دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے شرم وحیاء بنیادی اور خصوصی اہمیت کی حامل صفت ہے۔ اس ایک صفت کو حاصل کرنے کی وجہ سے انسان کو دین کے بہت سے احکام پر عمل کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کی کوشش جاری رکھنی چاہئے (جاری ہے)

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

⌘ شرم وحیا (قسط ۱)

معزز خواتین! اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن صفات اور خوبیوں سے نوازا ہے ان میں ایک خوبی شرم وحیا کی ہے۔ یوں تو یہ خوبی فطری طور پر مرد و عورت دونوں کو عطا فرمائی گئی ہے مگر عورتوں میں شرم وحیا کا مادہ مردوں کی بہ نسبت زیادہ رکھا گیا ہے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو خوبیاں مردوں عورتوں دونوں کو دی گئی ہیں ان میں بعض خوبیاں فطری طور پر مردوں میں عورتوں کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہیں جیسے ہمت، قوت، شجاعت وغیرہ اور بعض خوبیاں فطری طور پر مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں جیسے شرم وحیا وغیرہ۔

شرم وحیا کی اہمیت

شرم وحیا ایک ایسی خوبی ہے جس کی انسان خصوصاً عورت کو اپنی سیرت و کردار بنانے میں سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ اسی خوبی کی وجہ سے انسان بُرے کاموں اور بُری باتوں سے رُکتا ہے اور اسی خوبی کی وجہ سے انسان بہت سے اچھے کاموں کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ شرم وحیا کی خوبی بہت سے اچھے کاموں کی جڑ اور بنیاد بھی ہے اور بہت سے گندے کاموں اور گندی باتوں سے حفاظت کا ذریعہ بھی اس لئے اس فطری خوبی اور خداداد عطیے کی قدر کرنی چاہئے اور بے حیائی کے کام کر کے اور بے شرمی کی باتیں کر کے اس خوبی کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

شرم وحیا کی اہمیت کا اندازہ ذیل کی حدیث شریف سے لگایا جا سکتا ہے جس میں حیا اور ایمان کو ایک دوسرے کا قرین (ساتھی) قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَآءُ جَمِیْعاً فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حیا اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ ساتھ اور اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اُٹھا لیا جائے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے (بیہقی)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان اور حیا کا باہم بہت گہرا تعلق ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر

کسی فرد میں ان میں سے کوئی ایک خوبی ہوگی تو دوسری بھی لازماً ہوگی اور اگر کوئی ان میں سے کسی ایک خوبی سے محروم ہوگا تو وہ دوسری سے بھی محروم ہوگا۔ پھر جس قدر ایمان قوی ہوگا اسی قدر حیا کی خوبی میں بھی قوت ہوگی اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اسی نسبت سے حیا میں بھی کمزوری ہوگی۔ اس لئے اپنے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ شرم وحیا کی حفاظت بھی ضروری ہے اور ایمان کو ترقی دینے کیلئے شرم وحیا کی خوبی کا معیار بھی بلند کرنے کی کوشش لازم ہے۔

شرم وحیا کی فضیلت

عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ رُكَانَةَ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقٌ وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسلاً وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ والبيهقى فى شعب الايمان عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ)

ترجمہ: زید بن طلحہ سے روایت ہے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے، اور دینِ اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے (موطا امام مالک۔ سنن ابن ماجہ وشعب الایمان للبیہقی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور ہر شریعت میں اخلاقِ انسانی کے کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے، اور انسانی زندگی میں اُسی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دینِ اسلام، یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور تعلیم میں حیاء پر خاص زور دیا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِى الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِى النَّارِ (رواه احمد والترمذى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا ایمان کی ایک شاخ ہے (یا ایمان کا ثمرہ ہے) اور ایمان کا مقام جنت ہے، اور بے حیائی و بے شرمی بدکاری میں سے ہے، اور بدی دوزخ میں لے جانے والی ہے (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں جو ''الحیاء من الایمان'' فرمایا گیا ہے بظاہر اس کا مطلب یہی ہے کہ شرم و حیا شجرِ ایمان کی خاص شاخ یا اس کا ثمرہ ہے، صحیحین کی ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے ''وَالْحَيَاءُ

شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ‘‘(اور حیا ایمان ہی کی ایک شاخ ہے) بہر حال حیا اور ایمان میں ایک خاص نسبت اور خاص رشتہ ہے اور یہ سب اُسی کی تعبیریں ہیں۔

شرم وحیا کا مفہوم

شرم وحیا کا مفہوم ’’بُری باتوں سے نفس کا سمٹنا‘‘ ہے اس کو عربی زبان میں کہتے ہیں ’’انقباض النفس عن الامور القبیحۃ‘‘ شرم وحیاء کے اس مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاء ایک ایسی صفت ہے جو بہت سے شعبوں کو شامل ہے اور اگر کسی انسان کو یہ خوبی حاصل ہوجائے تو اس کے لئے ہر قسم کے گناہوں اور بُری باتوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ ایک حدیث شریف میں حیاء کو ایمان کا خصوصی شعبہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

’’اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ‘‘ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُ وَمُسْلِمٌ)

ترجمہ: ایمان کے ستر سے بھی کچھ اوپر (۷۷) شعبے ہیں ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل تو لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے (یعنی توحید کا عقیدہ اختیار کرنا) اور ان میں ادنیٰ درجے کی چیز تکلیف دینے والی چیز کا راستے سے ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک خصوصی شعبہ ہے (بخاری ومسلم)

تشریح: ایمان کے شعبوں سے مراد وہ تمام اعمال واخلاق اور ظاہری و باطنی وہ سب خوبیاں ہیں جو کسی شخص کے ایمان قبول کر لینے کے بعد اس کے نتیجہ میں اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہوجانی چاہئیں۔ اگر چہ ان ظاہری باطنی خوبیوں میں حیاء بھی شامل تھی لیکن پھر بھی حدیث کے آخر میں حیاء کی اہمیت کی وجہ سے اس کو خصوصیت سے الگ بیان کیا گیا ہے اس لئے کہ انسانی اخلاق وصفات میں حیاء کا مقام نہایت بلند ہے۔

چنانچہ حیاء ہی وہ خصلت ہے جو انسان کو بہت سے گناہوں اور برائیوں سے روکتی ہے اور اگر خدانخواستہ کسی میں شرم وحیاء باقی نہ رہے تو اس کا بے شرمی کی باتوں اور بے حیائی کے کام سے بچنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ ایک مقولہ ہے ’’اِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ‘‘ جس کا فارسی زبان میں ترجمہ یہ ہے کہ ’’بے حیا باش وہر چہ خواہی کن‘‘ ﴿بقیہ صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

جمع بین الصلاتین

یعنی دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے

کا حکم

سوال

آج کل بعض لوگ دو نمازوں کو اکٹھی کر کے ایک وقت میں پڑھتے ہیں، بعض خواتین بازار میں خریداری کرنے کی غرض سے گھر میں ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز بھی پڑھ لیتی ہیں، جبکہ دوسری نماز کا ابھی تک وقت بھی داخل نہیں ہوتا، جبکہ بعض لوگ دن بھر کی نمازیں رات کے وقت اکٹھی پڑھ لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ احادیث میں اس کی اجازت آئی ہے۔

اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز ہے کہ ناجائز؟

بعض لوگوں کو جب اس عمل سے منع کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ منع کرنا حنفی علماء کی طرف سے ہے، جو احادیث کے خلاف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، اور شریعت کی طرف سے ہر نماز کا ایک وقت مقرر کیا گیا ہے، جس کے داخل ہونے سے وہ نماز فرض ہوتی ہے، اور وہ وقت گزر جانے اور ختم ہو جانے پر وہ نماز قضا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا وقت داخل ہونے سے پہلے تو نماز فرض ہی نہیں ہوتی، اور وقت داخل ہونے سے پہلے اگر کوئی نماز پڑھے، تو قاعدہ کی رو سے اس کا حکم نفل نماز کا ہوگا، اور اس سے آنے والے وقت کی نماز کا فریضہ ذمہ میں سے ادا نہیں ہوگا۔

اور اگر نماز کا وقت ختم ہو گیا، تو وہ نماز قضا ہو جائے گی، اور نماز کا قضاء کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اوراسی وجہ سے شریعت میں نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کی بہت تاکیداوراہمیت آئی ہے۔

بلکہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل سے ثابت، اور نماز کے اوقات کی تعیین وتحدید تواتر سے ثابت ہے، اور اخبارِ آحاد یعنی عام احادیث وروایات سے ان کی خلاف ورزی جائز نہیں، خواہ وہ احادیث سند کے اعتبار سے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں، خصوصاً جبکہ احادیث کے ایسے معنیٰ اور مراد کے لئے جانے کی گنجائش بھی ہو کہ ان احادیث سے آیات کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو، اور قرآنی آیات متواتر دلائل اور تمام احادیث وروایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل شرائط ارکان الصلاۃ؛ بذل المجھود ج۲ ص ۲۳۴، باب الجمع بین الصلاتین)

''جمع بین الصلاتین'' کی دوصورتیں ہیں۔

ایک ''جمع حقیقی''، جس کا مطلب یہ ہے کہ دونمازوں کو حقیقتاً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے۔ دوسرے ''جمع صوری''، جس کو ''جمع فعلی'' بھی کہا جاتا ہے، اوراس کا مطلب یہ ہے کہ دونمازیں اس طرح جمع کر کے پڑھی جائیں، کہ صورتاً اور فعلاً تو دونوں نمازیں جمع ہوں، لیکن حقیقتاً ہرنماز اپنے وقت کے اندر ادا کی جائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھا جائے۔ پھر ''جمع حقیقی'' کی دوصورتیں ہیں، ایک ''جمع تقدیم'' اور دوسری ''جمع تاخیر''حقیقی جمع تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کا وقت داخل نہیں ہوا، اس کو وقت داخل ہونے سے پہلے ہی قبلیہ نماز کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اور حقیقی جمع تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کا وقت داخل ہو چکا ہے، اس کا وقت ختم ہونے کے بعد اس کو اگلی نماز کے وقت میں ملا کر پڑھا جائے۔

اور جمع بین الصلاتین سے متعلق احادیث وروایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جمع بین الصلاتین سے مراد ''جمع صوری وفعلی'' ہے، نہ کہ ''جمع حقیقی''

کیونکہ جمع حقیقی کی ایک صورت (یعنی جمع تقدیم) میں تو نماز کو ایسے وقت پر پڑھنا پایا جاتا ہے، جبکہ ابھی تک اس نماز کا وقت ہی داخل نہیں ہوا، اور وہ نماز ذمہ میں فرض ہی نہیں ہوئی، لہٰذا قاعدہ کی رو سے وہ نماز نفل ہونی چاہئے، اوراس سے نماز کا فریضہ ذمہ میں سے ادا نہیں ہونا چاہئے۔

(فتح الملھم ج۴ ص ۵۷۷، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، مطبوعۃ: مکتبۃ دارالعلوم کراتشی؛ التلخیص الحبیر لابنِ حجر تحت حدیث رقم ۲۱۴، باب الجمع بین الصلاتین)

اور جمع حقیقی کی دوسری صورت (یعنی جمع تاخیر) میں نماز کا قضا کرنا پایا جاتا ہے، جس کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ لہٰذا ضرورت کے وقت ''جمع صوری'' پر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ عرفات ومزدلفہ میں جمع حقیقی کے جائز ہونے میں شبہ نہیں، جبکہ اپنی شرائط کے مطابق ہو، کیونکہ یہ قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

(فتح الملهم ج۴ص ۵۷۰، و ۵۸۰ كتاب صلاة المسافرين ،باب جواز الجمع بين الصلاتين فى السفر؛ مطبوعة: مكتبة دارالعلوم كراتشى)

اسی طرح اگر کوئی نماز مثلاً کسی معقول عذر کی وجہ سے قضا ہو جائے، تو اس کو بعد کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے، یا چند نمازیں کسی معقول عذر کی وجہ سے قضا ہوگئی ہوں، تو ان کو ایک وقت میں ادا کیا جائے۔ یا مثلاً کسی جگہ چور یا ڈاکوؤں سے جانی، مالی خوف ہو، تو ایسے حالات میں نماز کو اگلی نماز کے وقت میں جمع کرنے کی گنجائش ہے، جس کو جمع تاخیر کہا جاتا ہے، البتہ جمع تقدیم سوائے عرفہ کے کسی اور جگہ جائز نہیں

(اعلاء السنن ج۲ص ۹۸)

آگے قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی رُو سے نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اور جمع حقیقی کی صورت میں اس کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

(۱)......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (سوره نساء آيت ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے (ترجمہ ختم)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، اور نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اور اس کو قضا کر دینا گناہ ہے۔

(۲)......ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (سوره بقرة آيات نمبر ۲۳۸، ۲۳۹)

ترجمہ: حفاظت کرو سب نمازوں کی، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کی (جس سے مراد عصر کی نماز ہے، عندالاکثر) اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بن کر، پھر اگر تم کو

(باقاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو، تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے (جس طرح بن سکے) پڑھ لیا کرو (ترجمہ ختم)

نمازوں کی حفاظت میں ان کو وقت پر پڑھنا بھی داخل ہے، اور نمازوں کو وقت پر پڑھنے کی اتنی تاکید ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے قبلے کی طرف منہ نہ ہوسکے یا رکوع وسجدہ صرف اشارہ ہی سے ممکن ہو، تب بھی جس طرح ممکن ہو، پڑھنا ضروری ہے۔

(۳)......ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت کا ذکر فرما کر اُن کے بعد ناخلف اور نااہل لوگوں کا اس طرح ذکر فرمایا کہ:

فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا(سورہ مریم آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ: پھر آئے ان کے بعد ایسے ناخلف کہ انہوں نے نماز کو ضائع کیا، اور اپنی (ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی، سو یہ عنقریب شر (اور ہلاکت) میں مبتلا ہونگے (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ نماز کو ضائع کرنا اتنا سخت گناہ ہے، کہ یہ گناہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں نااہل لوگوں نے ہی کیا، اور نماز کو ضائع کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سُنائی۔

نماز کو ضائع کرنے میں اس کو قضا کرنا بھی داخل ہے۔

اور''غـــی'' سے مراد شر اور ہلاکت ہے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہنم میں ایک خطرناک مقام ہے، بہرحال جو کچھ بھی ہو اس سے نماز ضائع کرنے والوں کے لئے خطرناک عذاب کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۴)......ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے نماز کو وقت پر قائم کرنے کا حکم ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (سورۃ الاسراء، آیت ۷۸)

ترجمہ: نماز کو قائم کیجئے، سورج ڈھلنے کے وقت سے رات کا اندھیرا ہونے تک، اور فجر کی نماز بھی قائم کیجئے (ترجمہ ختم)

سورج ڈھلنے سے لے کر رات کا اندھیرا ہونے تک چار نمازیں مراد ہیں، ظہر تا عشاء، اور فجر کی نماز کا بعد میں ذکر ہے۔

Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو اپنے اپنے وقت پر قائم کرنا فرض ہے۔ [۱]

اس قسم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، اور اس کی حفاظت ضروری ہے، اور خلاف ورزی عذاب کا باعث ہے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں، لہٰذا خبرِ واحد سے ان پر زیادتی اور تبدیلی جائز نہیں۔

(۵)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُئًا (ترمذی ،بَاب مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ مِنْ الْفَضْلِ،حدیث نمبر ۱۷۱)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب حاضر ہوجائے، تیسرے جوان لڑکی کا جب (نکاح کا) جوڑ مل جائے (ترجمہ ختم)

(۶)......اور مسند احمد و مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يَا عَلِيُّ لَا تُؤَخِّرْهُنَّ الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ كُفُؤًا (مسند احمد،حدیث نمبر ۷۸۷، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم ،حدیث نمبر ۲۶۸۶)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرو، ایک تو نماز میں جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ میں جب حاضر ہوجائے، تیسرے جوان لڑکی (کے نکاح میں) جب اس کا جوڑ مل جائے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز ان اعمال میں سے ہے، جنہیں وقت آنے کے بعد مؤخر نہیں کرنا چاہئے، یعنی وقت پر ادا کرنا چاہئے۔

---

[۱] (أَقِمِ الصلاة لِدُلُوکِ الشمس) أى من وقت زوالها (إلى غَسَقِ اليل) إقبال ظلمته أى الظهر والعصر والمغرب والعشاء (وَقُرْءَانَ الفجر) صلاة الصبح (إِنَّ قُرْءَانَ الفجر كَانَ مَشْهُوداً) تشهده ملائكة الليل وملائكة النهار(تفسير الجلالين، تحت آیت ۷۸ من سورة الاسراء)

اس سے نماز کو وقت پر ادا کرنے کی اہمیت وتاکید معلوم ہوئی۔

(۷)......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ، يَقُولُ :مَنْ صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ فَأَدَّاهَا وَصَلاهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى وَلَهُ عَهْدٌ أَلا يُعَذِّبَهُ ، وَمَنْ لَمْ يُقِمِ الْمَكْتُوبَةَ وَلَمْ يُصَلِّهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ ، وَلا عَهْدَ لَهُ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ ، وَإِنْ شَاءَ رَحِمَهُ(مسند البزار حديث نمبر ۲۶۹۰)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ جس نے فرض نماز پڑھی اور اس کو اس کے وقت پر ہی ادا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے لئے عہد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دیں، اور جس نے نماز کو قائم نہیں کیا اور اس کو اس کے وقت پر نہیں پڑھا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے لئے کوئی عہد نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اسے عذاب دیں گے، اور چاہیں گے تو اس پر رحم فرمائیں گے۔

ان دلائل سے نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کر کے پڑھنے کا ناجائز ہونا ثابت ہوا۔

دوسری نماز کا وقت داخل ہونے تک نماز کو مؤخر کرنا گناہ ہے

اور حقیقی جمع تاخیر کی صورت میں نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا لازم آتا ہے، جو کہ احادیث کی رو سے ناجائز ہے۔

(۱)......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتَّى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرَى حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا(نسائی، حديث نمبر ۶۱۵ ،باب فِيمَنْ نَامَ عَنْ الصَّلاةِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں (نماز ضائع ہو جائے تو) کوتاہی شمار نہ ہوگی، کوتاہی تو اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا، جبکہ وہ نماز کے وقت جاگا ہوا ہو (ترجمہ ختم)

(۲)......اور مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلَى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتَّى

يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرَى فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا (مسلم، حديث نمبر ۱۵۹۴، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها)

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ نیند میں تفریط (کوتاہی) نہیں ہے، تفریط (کوتاہی) تو اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا، پس جس شخص سے (نیند کی وجہ سے) نماز وقت سے رہ گئی، تو اسے چاہئے کہ جب بیدار ہو، تو اس وقت نماز پڑھ لے (ترجمہ ختم)

(۳)......اور حضرت عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُسْأَلُ مَا التَّفْرِيطُ فِي الصَّلَاةِ ؟ قَالَ :أَنْ تُؤَخِّرَهَا حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الَّتِي بَعْدَهَا (مصنف ابن ابی شیبة ،حديث نمبر ۳۳۸۹، كتاب الصلاة، باب من قال لا تفوت صلاة حتى يدخل وقت الأخرى ، وما بينهما وقت)

ترجمہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان سے نماز میں تفریط (یعنی کوتاہی) کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ تفریط (یعنی کوتاہی) یہ ہے کہ آپ نماز کو اتنی مؤخر کریں کہ اس کے بعد والی نماز کا وقت داخل ہو جائے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت میں نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے، یہ نماز میں کوتاہی میں داخل اور گناہ ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب جمع تاخیر کی جائے گی یعنی پہلی نماز کا وقت گزرنے کے ساتھ اس کو دوسری نماز کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا، تو اس میں یہ گناہ بھی پایا جائے گا۔

بلا عذر نماز کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے

اور انہی وجوہات کی بناء پر بعض احادیث وروایات میں نمازوں کو جمع کرنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔

(۱)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ (ترمذی، حديث نمبر ۱۸۸، باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين في الحضر، واللفظ لهٗ،مستدرک حاکم ،حديث نمبر ۱۰۲۰)

ترجمہ: جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کے درمیان جمع کیا، تو وہ کبیرہ گناہوں کے

دروازوں میں سے ایک دروازے پر آیا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند پر محدثین کو کلام ہے، لیکن اس مضمون کی دیگر روایات بھی موجود ہیں، نیز دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے میں نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا پایا جاتا ہے (جبکہ جمع تاخیر کی جائے) جس کا گناہ ہونا دیگر دلائل سے اپنے مقام پر ثابت ہے، جیسا کہ کچھ تفصیل ابھی گزری ہے۔

یا پھر نماز کے وقت داخل ہونے سے پہلے پڑھنا پایا جاتا ہے (جبکہ جمع تقدیم کی جائے) علاوہ ازیں اس حدیث پر متعدد اہلِ علم کا عمل بھی ہے۔

ان مؤیدات وقرائن کے پیشِ نظر اس حدیث کی سند کا ضعف قابلِ تحمل ہے۔

(مستدرک حاکم ،حدیث نمبر ۱۰۲۰ ؛ اعلاء السنن ج۲ ص۹۷)

(۲)......حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ ، قَالَ :اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلاتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ مِنَ الْکَبَائِرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۸۳۳۸، کتاب الصلاة، باب من کرہ الْجَمْعَ بَیْنَ الصَّلاتَیْنِ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (ترجمہ ختم)

(۳)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابوالعالیہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أن عمر کتب إلی أبی موسی واعلم أن جمعا بین الصلاتین من الکبائر إلا من عذر (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۴۲۲، کتاب الصلاة، باب من نسی صلاة الحضر والجمع بین الصلاتین فی السفر)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کولکھا کہ یہ بات جان لینی چاہئے کہ بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلیفۂ راشد ہیں، جن کا یہ ارشاد دیگر صحیح احادیث کی رو سے سنت میں داخل ہے۔

نیز ایسی بات حضور ﷺ سے سن کر ہی ارشاد فرمائی جاسکتی ہے۔

اور یہ روایت سند کے اعتبار سے درست ہے۔ [۱]

---

[۱] اور ابوالعالیہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عدمِ سماعت کا حکم لگانا درست معلوم نہیں ہوتا۔

(الجوھرالنقی ، باب الاثر الذی روی ان الجمع من غیر عذر من الکبائر؛ ورجالہ رجال الصحیح ، وھو موقوف فی حکم المرفوع (اعلاء السنن ج۲ ص۹۷،۹۸)

(۴)......اور امام محمد رحمہ اللہ حضرت مکحول کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

عن عمر بن الخطاب أنه كتب فى الآفاق ينهاهم أن يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم أن الجمع بين الصلاتين فى وقت واحد كبيرة من الكبائر (المؤطا للامام محمد ، تحت حديث رقم، ۲۰۵ ، باب الجمع بين الصلاتين فى السفر والمطر)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں میں تحریری طور پر لوگوں کو دونمازیں جمع کرنے سے منع کیا، اوران کو خبردار کیا کہ دونمازوں کوایک وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے (ترجمہ ختم)

(۵)......اور امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابوقتادہ عدوی سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ إِلَى عَامِلٍ لَهُ :ثَلاَثٌ مِنَ الْكَبَائِرِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ إِلاَّ مِنْ عُذْرٍ ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ ، وَالنُّهْبَى (السنن الكبرىٰ للبيهقى حديث نمبر ۵۷۷۰، باب ذكر الأثر الذى روى فى أن الجمع من غير عذر من الكبائر مع ما دلت عليه أخبار المواقيت)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں، ایک بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کرنا، اور دوسرے جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، اور تیسرے لوٹ مار یعنی اچکنا، چھیننا (ترجمہ ختم)

(۶)......اور حضرت حنظلہ سدوسی سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي مُوسَى ، قَالَ :الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ مِنَ الْكَبَائِرِ (مصنف ابن ابى شيبة، حديث نمبر ۸۳۳۷، كتاب الصلاة، باب من كره الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت ابی بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ :أَنْ لاَ تَجْمَعُوا بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ إِلاَّ مِنْ عُذْرٍ (مصنف ابن ابى شيبة، حديث نمبر ۸۳۳۳، كتاب الصلاة، باب من كره الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ)

ترجمہ: ہمارے پاس حضرت عمر بن عبدالعزیز کی یہ تحریر پہنچی کہ تم بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع

نہ کرو (ترجمہ ختم)

اور عذر کا مطلب پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

جمع حقیقی عرفات ومزدلفہ کے ساتھ خاص ہے

البتہ قوی دلائل سے عرفات ومزدلفہ میں حضور ﷺ سے جمع حقیقی کرنا ثابت ہے۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- صَلَّى صَلاَةً إِلاَّ لِمِيقَاتِهَا إِلاَّ صَلاَتَيْنِ صَلاَةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا (مسلم، حديث نمبر ۳۱۷۶، كتاب الصلاة، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر بالمزدلفة والمبالغة فيه بعد تحقق طلوع الفجر)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھتے ہوئے ہی دیکھا ہے، مگر (حج کے موقع پر) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس دن آپ نے فجر کی نماز (اور دنوں کے معمول کے مقابلہ میں) جلدی پڑھی

(۲)......اور نسائی شریف میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلاَةً قَطُّ إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ صَلَّاهُمَا بِجَمْعٍ وَصَلَاةَ الْفَجْرِ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا (سنن نسائی، حدیث نمبر ۳۰۳۸، باب الْوَقْتُ الَّذِى يُصَلِّى فِيهِ الصُّبْحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھتے ہوئے ہی دیکھا ہے، مگر (حج کے موقع پر) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو آپ نے ایک وقت میں پڑھا، اور اس دن آپ نے فجر کی نماز (اور دنوں کے معمول کے مقابلہ میں) جلدی پڑھی (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا معمول دو نمازوں کو اکٹھی پڑھنے کا نہیں تھا، اور جن احادیث میں کسی عذر سے اکٹھی پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے مراد اس طرح اکٹھی پڑھنا ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخر وقت میں، اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں اس طرح پڑھا کہ ظاہراً اور صورتاً تو ایک وقت میں پڑھا مگر حقیقتاً ہر نماز کو اپنے وقت کے اندر پڑھا (مرقاۃ، کتاب المناسک، باب الدفع من عرفۃ والمزدلفۃ)

(۳)......اور بعض روایات میں مزدلفہ کے ساتھ عرفات کا بھی ذکر ہے، چنانچہ امام نسائی نے ایک

حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ (نسائی ،حدیث نمبر ۳۰۱۰،باب الْجَمْعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھا کرتے تھے، مگر مزدلفہ اور عرفات میں

اور اسی وجہ سے عرفات اور مزدلفہ میں حجاجِ کرام کو بعض شرائط کے ساتھ دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کا حکم ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جن میں حضور ﷺ کا سفر وغیرہ میں نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے، کیونکہ ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک ان احادیث کا مطلب صورتاً جمع کرنا ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات میں حضور ﷺ کے حقیقتاً جمع کرنے کی نفی ہے۔

جس کی دلیل یہ ہے کہ عرفات و مزدلفہ میں حقیقتاً جمع کیا جاتا ہے، جس کا استثناء ان روایات میں مذکور ہے۔

دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی احادیث وروایات کا مطلب

یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ ہمارے نزدیک جمع صوری وفعلی تو جائز ہے، لیکن جمع حقیقی جائز نہیں، اور جمع صوری میں ہر نماز کو اپنے وقت کے اندر ادا کرنا پایا جاتا ہے، اس میں نہ تو نماز کو قضا کرنے کی خرابی پائی جاتی ہے، اور نہ ہی نماز کو وقت داخل ہونے سے پہلے پڑھنے کی خرابی پائی جاتی۔

حضور ﷺ نے بعض مجبوری کے حالات میں ظہر اور عصر کو، اور مغرب اور عشاء کو اس طرح جمع کر کے پڑھنے کی اجازت دی ہے، جس میں پہلی نماز اپنے آخری وقت میں، اور دوسری نماز اس کے اول وقت میں پڑھی جائے، اور اس کا نام حضور ﷺ نے ''جمع بین الصلاتین'' رکھا ہے۔

(۱)...... چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا:

وَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي (ابو داؤد، حديث نمبر ۲۸۷، كتاب الطهارة، باب من قال إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة،ترمذی،مسند احمد؛سنن دارقطني؛ المعجم الكبير للطبراني)

ترجمہ: اور اگر آپ اس پر قدرت رکھتی ہوں، کہ آپ ظہر کو (اس کے وقت میں) مؤخر

کریں، اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کریں، تو آپ غسل کر کے ظہر اور عصر کی نمازوں کو (اپنے اپنے وقت میں) جمع کر کے پڑھ لیں، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کریں، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کریں، پھر آپ غسل کریں، اور مغرب اور عشاء کی دونوں نمازوں کو (اپنے اپنے وقت میں) جمع کر کے پڑھیں، تو ایسا کرلیا کریں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ''جمع صوری'' کو ''جمع بین الصلاتین'' قرار دیا ہے۔

لہٰذا جن احادیث میں ''جمع بین الصلاتین'' کے الفاظ آئے ہیں، ان سے ''جمع صوری'' مراد لینا حضور ﷺ کے ارشاد کے عین مطابق ہوگا۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَيُؤَخِّرُ هَذِهِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا، وَيَجْعَلُ هَذِهِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا (المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۹۷۵۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مغرب اور عشاء کو اس طرح جمع فرماتے تھے کہ مغرب کو اس کے آخری وقت میں مؤخر کر کے پڑھتے تھے، اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی گذشتہ احادیث میں جو حضور ﷺ کے عرفات ومزدلفہ کے علاوہ کبھی نمازوں کو جمع نہ کرنے کا ذکر گزرا، اس سے مراد حقیقتاً جمع کرنے کی نفی ہے، اور اس روایت میں صورتاً جمع کرنے کا اثبات ہے۔

لہٰذا دونوں قسم کی احادیث اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان میں حقیقتاً کوئی ٹکراؤ نہیں۔

(فتح الملہم ج۴ ص۵۸۷، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، مطبوعۃ: مکتبۃ دارالعلوم کراتشی)

(۳)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

"صَحِبْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَجَّةٍ ,فَكَانَ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ ,وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ ,وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَاءَ ,وَيُسْفِرُ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ

"(شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الجمع بین صلاتین)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے سفر میں ساتھ رہا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز تاخیر سے اور عصر کی نماز جلدی اور مغرب کی نماز تاخیر سے اور عشاء کی نماز جلدی پڑھتے تھے، اور فجر کی نماز روشنی ہونے پر پڑھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں دو نمازوں کو حقیقتاً جمع نہیں کرتے تھے، بلکہ صورتاً جمع کرتے تھے، اور آپ کا یہ عمل حضور ﷺ کی اتباع میں تھا، جیسا کہ پچھلی روایات سے ظاہر ہے

(۴)......حضرت عمرو بن دینار، حضرت ابوالشعثاء یعنی جابر بن زید (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ (بخاری، حدیث نمبر ۱۱۰۳، کتاب الجمعۃ، باب من لم یتطوع بعد المکتوبۃ)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعتیں (یعنی ظہر وعصر) اکٹھی اور سات رکعتیں (یعنی مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھی ہیں، حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالشعثاء سے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کو (اس کے وقت میں) مؤخر کرکے اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کرکے، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کرکے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کرکے پڑھا تھا، حضرت ابوالشعثاء نے فرمایا کہ میرا گمان بھی یہی ہے۔

اس حدیث کے دونوں راویوں کے گمان سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء میں جمع صوری وفعلی فرمائی تھی، نہ کہ حقیقی۔

اور بعض روایات میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ہی اس بات کی صراحت آئی ہے۔

(۵)......چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ (سنن النسائی، باب الْوَقْتُ الَّذِي يَجْمَعُ فِيهِ الْمُقِيم)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آٹھ رکعتیں (یعنی ظہر وعصر) اکٹھی اور سات رکعتیں (یعنی مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھی ہیں، جن میں نبی ﷺ نے ظہر کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے پڑھا تھا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے دو نمازوں کو درحقیقت ایک وقت میں جمع کر کے نہیں پڑھا تھا، بلکہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں اس طرح جمع کر کے پڑھا تھا، کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھا تھا، جس میں ظاہراً وصورتاً تو اجتماع تھا، لیکن حقیقت میں اجتماع نہیں تھا، اور اسی کو جمع صوری وفعلی کہا جاتا ہے۔

(۶)......اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُؤَخِّرُ الظُّھْرَ وَیُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَیُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَیُعَجِّلُ الْعِشَاءَ فِی السَّفَرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۸۳۲۳، کتاب الصلاة، باب من قال یجمع المسافر بین الصلاتین)

ترجمہ: نبی ﷺ سفر میں ظہر کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن دیگر روایات کے پیشِ نظر وہ ضعف نقصان دہ نہیں۔

(۷)......اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُتِمُّ الصَّلَاۃَ فِی السَّفَرِ وَیَقْصُرُ وَیَصُومُ وَیُفْطِرُ وَیُؤَخِّرُ الظُّھْرَ وَیُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَیُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَیُعَجِّلُ الْعِشَاءَ (مصنف ابن أبی شیبة، کتاب الصلاة، باب فی المسافر إِنْ شَاءَ صَلَّی رَکْعَتَیْنِ ، وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا)

ترجمہ: نبی ﷺ سفر میں نماز کا اتمام بھی فرماتے تھے (یعنی جبکہ سفر کی مقدار شرعی نہیں ہوتی تھی) اور قصر بھی فرماتے تھے (یعنی جبکہ سفر کی مقدار شرعی ہوتی تھی) اور آپ ﷺ کبھی روزہ رکھتے تھے، اور کبھی روزہ نہیں رکھتے تھے، اور ظہر کی نماز کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے اور

عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کر کے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۸)......حضرت ابوقیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ہزیل سے سنا:

كان النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر فأخر الظهر وعجل العصر وجمع بینهما وأخر المغرب وعجل العشاء وجمع بینهما (مسند الطیالیسی حدیث نمبر ۳۷۰)

ترجمہ: نبی ﷺ ایک سفر میں تھے، جس میں ظہر کو (اس کے وقت میں) مؤخر کیا، اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کیا، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کیا، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کیا، اور اس طرح دو نمازوں کو جمع کیا۔

(۹)......حضرت عمر بن علی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا -رضی الله عنه -كَانَ إِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتَّى تَكَادَ أَنْ تُظْلِمَ ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْعُو بِعَشَائِهِ فَيَتَعَشَّى ثُمَّ يُصَلِّى الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْتَحِلُ وَيَقُولُ هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَصْنَعُ(ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۲۳۶، کتاب صلاۃ السفر، باب باب متی یتم المسافر)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سفر میں ہوتے، تو سورج غروب ہونے کے بعد سفر جاری رکھتے، یہاں تک کہ اندھیرا ہونے کے قریب ہو جاتا، پھر سواری سے اترتے، اور مغرب کی نماز پڑھتے، پھر اپنا شام کا کھانا طلب فرماتے، اور کھانا تناول فرماتے، پھر اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے، اور پھر سفر پر روانہ ہو جاتے، اور فرماتے تھے کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۰)......اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ فِي السَّفَرِ ، ثُمَّ يَتَعَشَّى ، ثُمَّ يُصَلِّي الْعِشَاءَ عَلَى إِثْرِهَا ، ثُمَّ يَقُولُ :هَكَذَا رَأَيْت رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ(مصنف ابنِ ابی شبیة، حدیث نمبر ۸۳۳۰، باب من قال یجمع المسافر بین الصلاتین)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں مغرب کی نماز پڑھتے، پھر شام کا کھانا تناول فرماتے،

Idara Ghufran

پھر کھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے، اور پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے (ترجمہ ختم)

سفر میں دراصل سواری سے بار بار اترنے اور چڑھنے اور وضو کرنے کی وجہ سے سفر کا تسلسل جاری رکھنے میں خلل آتا ہے، اس لئے اس ضرورت کی وجہ سے حضور ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام دو نمازوں کو صورتاً جمع فرمالیا کرتے تھے۔ اور جمع صوری کی دلیل یہ ہے کہ مغرب کی نماز تو تاخیر سے پڑھتے، تاکہ عشاء کا وقت قریب ہوجائے، اور پھر کھانا تناول فرماتے، تاکہ اتنی دیر میں عشاء کا وقت داخل ہوجائے، پھر عشاء کا وقت داخل ہونے پر عشاء کی نماز پڑھتے۔ اس طرح صرف ایک مرتبہ ہی سواری سے اترنے کے عمل میں مغرب اور عشاء کی دو نمازیں بھی ادا ہوجاتیں، اور ساتھ ساتھ کھانا بھی تناول فرمالیا کرتے تھے۔ اور نمازیں بھی اپنے اپنے وقت پر ادا ہوجاتی تھیں۔

یہ سب آپ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام علم وعقل کے کمال اور حسنِ سلیقہ کی وجہ سے تھا۔

(۱۱)...... بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ

(بخاری، حدیث نمبر ۱۰۲۹، کتاب الجمعة، باب یصلی المغرب ثلاثا فی السفر)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کا سفر جلدی کا ہوتا تھا، تو مغرب کو مؤخر کرتے تھے، اور تین رکعات پڑھتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے، پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے، یہاں تک کہ عشاء کے لئے کھڑے ہوتے تھے، پھر عشاء کی دو رکعت (قصر) پڑھتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور اگلی روایات میں اس کی وضاحت آتی ہے کہ مغرب اپنے وقت کے آخر میں پڑھتے تھے، پھر عشاء کا وقت شروع ہونے کے لئے تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے، اور پھر عشاء کو اس کے اول وقت میں ادا کرتے تھے۔ پس درمیان میں یہ تھوڑی دیر ٹھہرنا عشاء کا وقت داخل ہونے کے انتظار کے لئے ہوتا تھا۔

(۱۲)...... حضرت نافع رحمہ اللہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ میں روایت کرتے ہیں کہ:

فَخَرَجَ مُسْرِعًا وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُسَايِرُهُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ وَكَانَ عَهْدِي بِهِ وَهُوَ يُحَافِظُ عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَبْطَأَ قُلْتُ الصَّلَاةَ

يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَمَضٰى حَتّٰى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ الْعِشَاءَ وَقَدْ تَوَارَى الشَّفَقُ فَصَلَّى بِنَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ صَنَعَ هٰكَذَا (نسائی، حدیث نمبر ۵۹۴، باب الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے نکلے، اور آپ کے ساتھ قریش کا ایک شخص تھا، جو آپ کو راستے کی راہنمائی کر رہا تھا، اور سورج غروب ہو چکا تھا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا یقین تھا کہ وہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں (اس لئے نماز کو قضا نہیں کریں گے) پس جب سواری کی رفتار ہلکی ہوئی، تو میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا ہے، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ نے میری طرف دیکھا، اور چلتے رہے، یہاں تک کہ جب شفق غروب ہونے کا آخری وقت ہو گیا، تو آپ سواری سے اترے، پھر مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ عشاء کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اور اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی، پھر آپ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی، تو اسی طرح عمل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور امام دارقطنی نے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ میں روایت کی ہے۔

(۱۳)......اور امام نسائی نے سنن کبریٰ میں ایک روایت حضرت نافع سے ان الفاظ میں روایت کی ہے:

أقبلنا مع بن عمر من مكة حتى كان تلك الليلة سار حتى أمسينا فظننا أنه نسي الصلاة فقلنا له الصلاة فسكت وسار حتى كاد الشفق أن يغيب ثم نزل فصلى وغاب الشفق فصلى العشاء ثم أقبل علينا فقال هكذا كنا نصنع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جد به السير (السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۱۵۶۸)

ترجمہ: ہم حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے واپس لوٹ رہے تھے، یہاں تک کہ رات بھر کا سفر کر کے اگلے دن کی شام ہو گئی، تو ہم نے سمجھا کہ حضرت ابنِ عمر مغرب کی نماز بھول گئے ہیں، اس لئے ہم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مغرب کی

نماز کا وقت ہو چکا ہے،تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ خاموش رہے،اور چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہوگئی، پھر آپ سواری سے اترے، اور مغرب کی نماز پڑھی،اور شفق غائب ہوگئی، پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح کیا کرتے تھے، جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی

(۱۴)......اور ابوداؤد میں حضرت نافع اور عبداللہ بن واقد رحمہما اللہ سے اس طرح روایت ہے کہ:

أَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ الصَّلاةُ .قَالَ سِرْ سِرْ .حَتَّى إِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِى صَنَعْتُ (ابوداؤد، حديث نمبر ۱۲۱۴، كتاب صلاة المسافر ،باب الجمع بين الصلاتين)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے کہا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا ہے،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ چلتے رہو، چلتے رہو، یہاں تک کہ جب شفق غائب ہونے سے کچھ پہلے کا وقت ہوا تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اترے، پھر مغرب کی نماز پڑھی، پھر انتظار کیا، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی ، اور پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، اور پھر فرمایا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی کام کی جلدی ہوتی تھی،تو اسی طرح عمل کیا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

(۱۵)......اور سنن دارقطنی میں حضرت نافع سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

حَتَّى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قِيلَ لَهُ الصَّلاَةَ فَسَارَ حَتَّى إِذَا كَادَ يَغِيبُ الشَّفَقُ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا نَابَتْهُ حَاجَةٌ صَنَعَ هَكَذَا (سنن دار قطنى، حديث نمبر ۱۴۸۳، كتاب الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب سورج غروب ہوگیا،تو حضرت ابنِ عمر سے عرض کیا گیا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا،تو آپ نے سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ شفق غائب ہونے کے قریب ہوگئی،تو آپ سواری سے اترے، پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ نے انتظار کیا، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی،تو عشاء کی نماز پڑھی، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی

ضرورت پیش آتی تھی،تو اسی طرح کیا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

(۱۶)......اور امام دارقطنی نے ہی حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رحمہما اللہ سے ایک روایت ان الفاظ میں روایت کی ہے:

حَتَّى إِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -كَانَ إِذَا عَجَّلَ بِهِ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِى صَنَعْتُ (سنن دار قطني، حديث نمبر ۱۴۸۴، كتاب الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب شفق غائب ہونے کے قریب ہوگئی،تو آپ سواری سے اترے، پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ نے انتظار کیا، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی،تو عشاء کی نماز پڑھی، پھر فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کو جب کسی کام کی جلدی ہوتی تھی، تو اسی طرح کیا کرتے تھے،جس طرح میں نے کیا(ترجمہ ختم)

اور مسند بزار میں بھی یہ روایت تھوڑے بہت الفاظ کے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ضرورت کے وقت مغرب اور عشاء کو اس طرح جمع فرماتے تھے کہ مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے تھے، اور اس کو''جمع صوری وفعلی'' کہا جاتا ہے(فیض الباری شرح البخاری،تحت حدیث رقم ۱۰۹۲،باب یصلی المغرب ثلاثا فی السفر)

اور جن روایات میں مغرب کو شفق غائب ہونے پر پڑھنے کا ذکر ہے،ان کا مطلب بھی مذکورہ روایات کی روشنی میں یہی ہے کہ مغرب کو شفق غائب ہونے کے قریب (یعنی مغرب کے آخری وقت) میں پڑھا تھا (شرح معانی الآثار،حدیث نمبر۹۸۳،کتاب الصلاۃ،باب الجمع بین صلاتین)

اور اگر شفق غائب ہونے کے حقیقی معنیٰ ہی مراد لئے جائیں،تو شفق کی دو قسمیں ہیں،ایک احمر،اور ایک ابیض (سورج غروب ہونے کے بعد پہلے احمر یعنی سرخ روشنی غائب ہوتی ہے،اور پھر ابیض یعنی سفید روشنی غائب ہوتی ہے)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر ختم ہوتا ہے،تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ مغرب کی نماز شفقِ احمر غروب ہونے کے بعد پڑھی تھی، جو کہ اپنے وقت میں تھی،اور عشاء شفقِ ابیض غروب ہونے کے بعد پڑھی تھی، جو کہ اپنے وقت پر تھی۔اور حضور ﷺ اور

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے صورتاً ہی جمع فرمایا تھا، نہ کہ حقیقتاً۔

(عمدة القاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء)

(۱۷)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جمع رسول الله ﷺ بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء وأخر المغرب وعجل العشاء فصلاهما جميعا (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۷۹۹۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کیا، اس طرح سے کہ مغرب کو (اپنے وقت میں) مؤخر کیا، اور عشاء کو (اپنے وقت میں) مقدم کیا، اور اس طرح (جمع صوری کے ساتھ) دونوں نمازوں کو اکٹھے پڑھا (ترجمہ ختم)

(۱۸)......حضرت حفص بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ:

كان أنس بن مالك إذا أراد أن يجمع بين صلاتين فى السفر أخر الظهر إلى آخر وقتها ثم صلاها وصلى العصر فى أول وقتها ويصلى المغرب فى آخر وقتها ويصلى العشاء فى أول وقتها ويقول :هكذا كان رسول الله ﷺ يجمع بين الصلاتين فى السفر (مسند البزار حدیث نمبر ۶۴۵۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے، تو ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرتے، پھر ظہر کی نماز پڑھتے، اور عصر کی نماز کو اس کے اول وقت میں اور مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور آپ کی اتباع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ دو نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں صورتاً جمع فرماتے تھے، نہ کہ حقیقتاً۔ اور ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جو بعض روایات میں جو دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے، اور ان میں اول اور آخر وقت کی صراحت نہیں، تو وہ بھی اسی معنیٰ پر محمول ہیں۔

بالخصوص جبکہ حضرت ابنِ مسعود، حضرت ابنِ عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی روایات بھی اس معنیٰ کی صریح تائید کرتی ہیں۔

(۱۹)......حضرت ابو طفیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عن معاذ بن جبل قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة تبوک فجعل یجمع بین الظهر والعصر یصلی الظهر فی آخر وقتها ویصلی العصر فی أول وقتها ثم یسیر ویصلی المغرب فی آخر وقتها ما لم یغب الشفق ویصلی العشاء فی أول وقتها حین یغیب الشفق (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۱۹۰۶)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں نکلے، تو رسول اللہ نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو اس طرح جمع فرمایا کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھتے تھے، پھر چلتے تھے، اور مغرب کو اس کے آخری وقت میں شفق غائب ہونے سے پہلے، اور عشاء کو اس کے اول وقت میں شفق غائب ہونے کے بعد پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی پہلی روایات کے مطابق ہے۔

(۲۰)......حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ:

خَرَجْتُ أَنَا وَسَعْدٌ إِلَی مَکَّةَ ، فَکَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الصَّلاتَیْنِ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ یُؤَخِّرُ مِنْ هَذِهِ وَیُعَجِّلُ مِنْ هَذِهِ وَیُصَلِّیهِمَا جَمِیعًا وَیُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَیُعَجِّلُ الْعِشَاءَ ، ثُمَّ یُصَلِّیهِمَا جَمِیعًا حَتَّی قَدِمْنَا مَکَّةَ (مُصنف ابن أبی شیبة حدیث نمبر ۸۳۱۹، کتاب الصلاة، باب من قال یجمع المسافر بین الصلاتین)

ترجمہ: میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ (مدینہ سے) مکہ کی طرف نکلے، تو حضرت سعد ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں کو اس طرح جمع کرتے تھے کہ ظہر کی نماز کو (اس کے وقت میں) مؤخر کرتے تھے، اور عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کرتے تھے، اور اس طرح جمع کر کے دونوں نمازوں کو پڑھتے تھے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کر کے، اور عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کرتے تھے، اور اس طرح ان دونوں نمازوں کو بھی جمع

کرتے تھے، یہاں تک ہم مکہ میں واپس لوٹ کر آئے (ترجمہ ختم)

(۲۱)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت ابوعثمان سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

وَفَدْتُ أَنَا وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَنَحْنُ نُبَادِرُ لِلْحَجِّ فَكُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ,نُقَدِّمُ مِنْ هَذِهِ ,وَنُؤَخِّرُ مِنْ هَذِهِ ,وَنَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ , نُقَدِّمُ مِنْ هَذِهِ ,وَنُؤَخِّرُ مِنْ هَذِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ "(شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الجمع بین صلاتین)

ترجمہ: میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ایک وفد میں حج کے لئے روانہ ہوئے، تو ہم ظہر اور عصر کی نمازوں کو اس طرح جمع کرتے تھے کہ عصر کو (اس کے وقت میں) مقدم کرتے تھے، اور ظہر کی نماز کو (اس کے وقت میں) مؤخر کرتے تھے، اور مغرب اور عشاء کو بھی اس طرح جمع کرتے تھے کہ عشاء کو (اس کے وقت میں) مقدم کرتے تھے، اور مغرب کو (اس کے وقت میں) مؤخر کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم مکہ میں واپس لوٹ کر آئے۔

ان تمام احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے صحابۂ کرام دو نمازوں کو اس طرح جمع فرمایا کرتے تھے، کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھا کرتے تھے، اور اس طرح دو نمازوں کو جمع کرنا ''جمع صوری وفعلی'' کہلاتا ہے۔

(۲۲)......حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ:

كَانَ الأَسْوَدُ وَأَصْحَابُهُ يَنْزِلُونَ عِنْدَ وَقْتِ كُلِّ صَلاةٍ فِي السَّفَرِ فَيُصَلُّونَ الْمَغْرِبَ لِوَقْتِهَا ، ثُمَّ يَتَعَشَّوْنَ ، ثُمَّ يَمْكُثُونَ سَاعَةً ، ثُمَّ يُصَلُّونَ الْعِشَاءَ (مصنف ابن ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۸۳۳۲، کتاب الصلاۃ، باب من کرہ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلاتَيْنِ)

ترجمہ: حضرت اسود اور ان کے ساتھی (حضرت علقمہ وغیرہ) سفر میں ہر نماز کے وقت اترتے تھے، اور مغرب کو اس کے وقت میں پڑھتے تھے، پھر کھانا کھاتے تھے، پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے، اور پھر عشاء کی نماز پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت اسود رحمہ اللہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں، اور ان کا یہ عمل اپنے اساتذۂ کرام کی اتباع میں تھا، اور حضرت ابنِ مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

(۲۳)......حضرت ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ ، قَالاَ :مَا نَعْلَمُ مِنَ السُّنَّةِ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ فِي حَضَرٍ وَلاَ سَفَرٍ إِلَّا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب من كره الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلاتَيْنِ)

ترجمہ: حضرت حسن اور محمد دونوں نے فرمایا کہ ہمارے علم میں حضر اور سفر کسی بھی مقام میں دو نمازوں کو (حقیقتاً) جمع کرنے کے سنت ہونے کی کوئی دلیل نہیں، سوائے عرفات میں ظہر اور عصر کے، اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے جمع کرنے کے (ترجمہ ختم)

ان جلیل القدر تابعین کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنے کی سنت عرفات اور مزدلفہ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح احادیث بھی گزر چکی ہیں۔

احادیث میں جمع بین الصلاتین سے جمع صوری مراد ہونے کا قرینہ

وہ احادیث و روایات تو پہلے ذکر کی جا چکی ہیں، جن سے صراحت کے ساتھ جمع صوری مراد ہونے اور جمع حقیقی مراد نہ ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جن احادیث و روایات میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ملتا ہے، ان میں جمع صوری و فعلی مراد ہونے اور جمع حقیقی مراد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ کسی بھی حدیث میں فجر اور ظہر، عصر اور مغرب، عشاء اور فجر کو جمع کرنے کا ذکر نہیں، بلکہ یا تو ظہر اور عصر کو جمع کرنے کا ذکر ہے، اور یا پھر مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔

اور ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی یہ چار نمازیں ہی ایسی ہیں، کہ ان میں سے دو دو کو صورتاً جمع کرنے میں سہولت ہے، باقی نمازوں میں نہیں ہے۔

چنانچہ ظہر کا وقت ختم ہونے پر فوراً عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور اسی طرح مغرب کا وقت ختم ہونے پر فوراً عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

برخلاف فجر اور ظہر کے وقتوں کے کہ ان دونوں کے درمیان (سورج طلوع ہونے سے لے کر زوال ہونے تک) فجر اور ظہر میں سے کسی نماز کا وقت نہیں، اور اسی طرح عصر اور مغرب کے درمیان مکروہ وقت حائل ہے (کہ سورج کے غروب ہونے کے قریب مکروہ وقت ہے) اور عشاء و فجر کے درمیان بھی یا تو مکروہ

Idara Ghufran

وقت حائل ہے(کہ نصف رات کے بعد عشاء کو مؤخر کرنا مکروہ ہے)اور یا عشاء کا اتنا طویل وقت ہے کہ ان دونوں میں جمع کرنے کی عموماً ضرورت پیش نہیں آتی۔ [۱]

اور جب ضرورت کے وقت جمع بین الصلاتین کے لئے مکروہ فعل کو بھی گوارا نہیں کیا گیا،تو نماز کے قضا ہو جانے کو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے،کیونکہ وہ حرام میں داخل ہے۔

لہٰذا ضروری ہوا کہ جن احادیث وروایات میں جمع بین الصلاتین کا ذکر ہے،ان سے جمع صوری ہی مراد لی جائے،اور جمع حقیقی مراد نہ لی جائے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج کل احادیث پر عمل کے بعض دعویدار لوگ جو کئی کئی نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہیں،اور مختلف نمازوں کو جمع کرنے میں کسی قاعدے وقانون کی پابندی نہیں کرتے،ان کا طرزِ عمل احادیث کے سراسر خلاف ہے۔

کیونکہ اولاً تو کئی کئی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا احادیث میں ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف دو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے،اور ان میں بھی ہر نماز کو دوسری نماز کے ساتھ جمع کرنے کا ذکر نہیں، بلکہ صرف ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کرنے کا ذکر ہے۔اور یہ جمع کرنا بھی صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔

پس بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا کہ جمع بین الصلاتین احادیث سے ثابت ہے،اور حنفی علماء اس سے منع کرتے ہیں، یہ درست نہیں۔

کیونکہ حنفی علماء کا منع کرنا قرآن وسنت کے عین مطابق ہے،اور احادیث میں جس طرح جمع بین الصلاتین کا ذکر ہے،اس کی حقیقت پیچھے ذکر کی جاچکی ہے(بذل المجہود ج۲ ص۲۳۴،باب الجمع بین الصلاتین)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۲۸/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۰ھ 16 / دسمبر/ 2009ء بروز بدھ۔ادارہ غفران،راولپنڈی

---

[۱] جہاں تک مغرب کے اشتباکِ نجوم تک تاخیر کے مکروہ ہونے کا مسئلہ ہے،تو وہ عنداصحابنا مختلف فیہ ہے۔
ایک روایت کے مطابق غیوبِ شفق تک تاخیر مکروہ نہیں،اور یہ کراہت بھی اس وقت ہے، جب کوئی عذر نہ ہو،اور سفر وغیرہ عذر میں داخل ہے، بہرحال تاخیرِ مغرب کی کراہت عصر کی اصفرار الشّمس تک اور عشاء کی مابعد نصف اللّیل تک تاخیر کی کراہت سے اہون ہے۔
(فتح الملھم ج۴ ص ۵۷۹، کتاب صلاۃ المسافرین ،باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، مطبوعة: مکتبة دارالعلوم کراتشی)

کیا آپ جانتے ہیں؟   ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ استمبر ۲۰۰۱ء بعد از جمعۃ المبارک کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

عام اخبارات میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث چھاپنے کا حکم

سوال:......آج کل اخبارات میں قرآن مجید کی آیات واحادیث چھپی ہوئی ہوتی ہیں، اور ساتھ ہی تصاویر بھی چھپی ہوئی ہوتی ہیں، جن کو بعد میں ردی وغیرہ میں فروخت کردیا جاتا ہے، اس سے بعض اوقات ان کی بے ادبی وبے حرمتی بھی لازم آتی ہے، اس سے کس طرح بچا جائے؟

جواب:......علماء نے تو عام اخباروں میں جن کی بعد میں ردی کی نذر کیا جاتا ہے، قرآن مجید کی آیات اور اس کا ترجمہ چھاپنے سے منع کیا ہے، نہ چھاپیں گے اور نہ بے ادبی کی نوبت آئے گی، لیکن اخباروں کے ذمہ دار مانتے نہیں ہیں، جب مانتے نہیں ہیں تو پھر اس کی اصل ذمہ داری بھی انہیں پر ہے، دوسرا یہ گناہ بھی ہے کہ دوسری طرف گندی اور غلیظ تصویریں بھی چھاپ دیتے ہیں۔

اب اس صورت میں احترام والا مضمون ہو یا غیر احترام والا سارا مل کرنالی اور کوڑے پر ہی جاتا ہے، یہ نہیں کہ ایک طرف والا حصہ کہیں اچھی جگہ چلا جائے گا اور دوسری طرف والا حصہ بُری جگہ چلا جائے گا، اس لئے اس طرح چھاپنے والے ہی دراصل گناہ گار ہیں۔ البتہ ایسے اخبار لینے والوں پر اپنے اپنے اعتبار سے ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جس نے اخبار لے لیا، اب اس میں اگر اس طرح کا مضمون اس کے سامنے ہے، تو وہ اپنی طرف سے جتنی کوشش ہوسکتی ہو اس کو بے ادبی سے بچائے، اگر اس کے سامنے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ یا تو پھاڑ دے یا اسے ضائع کرے تو، کم از کم یہ تو ہے کہ مار کر سے اسے مٹا دے، یہ بھی بے ادبی سے

بچنے کا ایک راستہ ہے، یا پوری طرح اس کو ختم کر دے، مثلاً اس کو کسی جگہ دفن کر دے، یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔
ہمارے راولپنڈی میں ایک صاحب ہیں، ظفر اقبال صاحب (جو کہ راولپنڈی کے پنڈورہ نامی علاقہ میں رہتے تھے، اور اب فوت ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں) انہوں نے تو باقاعدہ ایک ادارہ اس مقصد کے لئے کھول رکھا ہے ''ادارہ حرمتِ تحریر و تصویر مقدس'' تحریرات کا احترام کیجئے، ادب کیجئے، جگہ جگہ آپ نے لکھا ہوا دیکھا ہوگا، تو وہ بزرگ ہیں، آتے رہتے ہیں، وہ بڑی محنت کر رہے ہیں، کوشش کر رہے ہیں، اور وہ کسی دفتر سے بیچارے ریٹائر ہوئے، جو انہیں پیسہ ملا انہوں نے اس پر لگا دیا اور خود پھٹے پرانے بڑے سادے کپڑے پہنتے ہیں اور رات دن اس محنت میں لگے ہوئے ہیں اور باقاعدہ فتوے انہوں نے حاصل کئے ہیں کہ یہ جو بے ادبی ہو رہی ہے جگہ جگہ کاغذوں کی شکل میں ان کا کیا کیا جائے، اخبار کے علاوہ قرآن مجید کے اوراق ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، لوگ انہیں بھی اسی طرح ڈال دیتے ہیں۔
بہت سے گھروں میں قرآن اور تصویریں اکٹھی رکھی رہتی ہیں، جب خود گھر میں رکھنے والوں کو اتنی لاپرواہی ہے، تو دوسروں کو کیسے تمیز ہوگی؟ مگر پھر بھی اللہ کے کچھ بندے اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔
اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اصل ادب کا تعلق دل سے ہے، جب دل ہی سے ادب نکل گیا، اور یہ فرق ختم ہوگیا کہ قرآن کہاں رکھنا ہے؟ سپارہ کہاں رکھنا ہے؟ تصویر کہاں رکھنی ہے؟ اس لئے جب دل میں ادب ہوگا تو کچھ کام چلے گا، ظاہر ہے اخبار چھاپنے والے بھی تو دل رکھتے ہیں، بے دل کے نہیں ہیں؟ لیکن ان کے دلوں میں قرآن و سنت سے زیادہ مال کی محبت ہے۔ بہرحال ان بزرگ صاحب نے تو بڑی کوشش کی ہے، کہ اس طرح کے مقدس اوراق کی بے ادبی نہ ہونے پائے، انہوں نے تو یہاں تک بھی کیا کہ ایک پلانٹ لگایا دریا کے قریب جا کر، اور اس کا خیال کیا کہ: جو صرف قرآن مجید کے اوراق ہیں اور وہ پڑھنے سے ناکارہ ہوگئے اب کام میں نہیں آسکتے ان کو دوبارہ کاغذ بنایا جائے، دوسرے یہ کہ دوبارہ ان پر قرآن مجید بھی چھاپا جائے کوئی غلط چیز نہ چھاپی جائے، تیسرے یہ کہ ان کا پانی جب گتا بن کر بچ کر جائے گا وہ پانی پاک جگہ جائے اسی لئے دریا کے ساتھ انہوں نے یہ پلانٹ لگایا ہے۔ کیونکہ جب اسے بنائیں گے اور اس کا گودا تیار ہوگا، تو اس میں پہلے پتلا ہوگا، پھر خشک ہوگا اور وہ پانی الگ کیا جائے گا، تو وہ پانی بھی گٹر میں نہ جائے، پاک جگہ پر جائے، یہ سارا ان کا ایک جذبہ ہے، اور ان کی اپنی طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں طلب اور تڑپ رکھ دی ہے، انہوں نے سارا اپنا پیسہ لگا دیا، اور رات دن اس چیز کیلئے کوشاں ہیں اور پھر رہے ہیں اور تن تنہا ہیں، تن تنہا بیچارے یہ کام کرتے پھرتے ہیں، کوئی فی سبیل اللہ تعاون کر دے تو بڑے اجر کا کام ہے۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت لوط علیہ السلام (قسط۵)

قومِ لوط کی مزید برائیاں

عرب تاریخ دان عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ:

میں نے عبرانی ادب کی ایک کتاب میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بعض بداعمالیوں کا حال پڑھا ہے کہ اہلِ سدوم کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ باہر سے آنے والے تاجروں اور سوداگروں کے مال کو ایک نئے اور اچھوتے انداز سے لوٹ لیا کرتے تھے۔

چنانچہ ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی سوداگر باہر سے آکر سدوم میں مقیم ہوتا تو اس کے مال کو دیکھنے کے بہانے ہر شخص تھوڑی تھوڑی چیزیں اٹھاتا اور لے کر چل دیتا، اور تاجر بے چارہ حیران و پریشان رہ جاتا، اب اگر وہ مال کے ضائع ہونے کا شکوہ کرتا اور رونے دھونے لگتا تو ان لٹیروں میں ایک آتا اور لوٹی ہوئی دوایک چیزیں دکھلا کر کہنے لگتا کہ بھائی میں تو یہ لے گیا تھا، لو تمہاری یہ چیز موجود ہے۔

وہ رنجیدہ آواز میں کہتا کہ میں اس کو لے کر کیا کروں گا، جہاں میرا سارا مال لُٹ گیا، وہاں یہ بھی سہی، جا تو ہی اپنے پاس رکھ، جب یہ معاملہ ختم ہوجاتا تو اب دوسرا آتا، وہ بھی اسی طرح کوئی معمولی چیز دکھا کر وہی کہتا جو پہلے نے کہا تھا، اور سوداگر رنج وغم اور غصہ میں اس سے بھی وہی بات کہہ دیتا، اسی طرح سب اس کا مال ہضم کرجاتے، اور سوداگر کو لوٹ کھسوٹ کر بھگا دیتے۔

اسی کتاب میں یہ عجیب قصہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ نے ایک مرتبہ حضرت لوط علیہ السلام کی خیر وعافیت معلوم کرنے کے لئے اپنے ایک صاحب کو سدوم بھیجا، جب یہ بستی کے قریب پہنچے تو اجنبی سمجھ کر ایک سدومی نے اس کے سر پر پتھر دے مارا، جس سے ان کے سر سے خون جاری ہوگیا۔

پتھر مارنے کے بعد سدومی آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ میرے پتھر کی وجہ سے یہ تیرا سر سرخ ہوا ہے، لہٰذا مجھے اس کا معاوضہ ادا کرو۔

اور اس مطالبہ کے لئے کھینچتا ہوا سدوم کی عدالت میں لے گیا۔

Idara Ghufran

سدوم کے حاکم نے سدومی کا بیان سن کر کہا بے شک سدومی کے پتھر مارنے کی وجہ سے اس کا سر سرخ ہوا ہے، اس لئے اس کو اجرت دینی چاہئے۔

یہ سن کر ان صاحب کو غصہ آ گیا، اور ایک پتھر اٹھا کر حاکم کے سر پر دے مارا، اور کہنے لگا کہ میرے پتھر مارنے کی جو اجرت ہے، وہ تو اس سدومی کو دے دینا، یہ کہہ کر وہاں سے چل نکلا۔

بہر حال یہ واقعات صحیح ہوں یا غلط، لیکن ان واقعات سے اس چیز پر ضرور روشنی پڑتی ہے کہ اہلِ سدوم ظلم، فحش، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق و فجور میں اس بری طرح مبتلا تھے، کہ اس زمانہ میں ان کی جانب اس قسم کے واقعات عام طور پر منسوب کئے جاتے تھے۔

(ماخوذ از: قصص القرآن ج ا ص ۲۵۸، ۲۵۹ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ)

ماڈرن

زکاۃ وصدقہ کے فضائل واحکام

قرآن وسنت کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت

زکاۃ وصدقات کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں

زکاۃ کی اقسام، سونے چاندی، مالِ تجارت، کرنسی کی زکاۃ، سائمہ جانوروں کی زکاۃ

عُشر اور زکاۃِ فطر کے مفصل ومدلّل احکام، اور مروجہ منکرات

صدقاتِ واجبہ اور نافلہ کے احکام اور آداب ومنکرات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

اخروٹ (WAL NUT)

ماہ نومبر کے آتے ہی موسم تبدیل ہونا شروع ہوجاتا ہے، اس طرح سردیوں کے آغاز کے ساتھ ہی خشک میوہ جات روزمرہ خوراک کا حصہ بن جاتے ہیں۔

انہی میوں میں سے اخروٹ بھی ہے، اخروٹ کا درخت کم وبیش 60 فٹ اونچا ہوتا ہے، پاکستان میں صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں اس کی خوب پیداوار ہے، کشمیر میں بھی اخروٹ بہت ہوتے ہیں، بلکہ کشمیر کا اخروٹ دیگر علاقوں کے مقابلے میں اعلیٰ اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

ایران افغانستان کے علاوہ ہندوستان کے پہاڑوں پر بکثرت پائے جاتے ہیں، ہندوستان میں کوہ ہمالہ پر کشمیر سے منی پور، آسام تک بکثرت پایا جاتا ہے، اخروٹ کی تقریباً 59 اقسام دنیا میں پائی جاتی ہیں، ماہ دسمبر سے مارچ تک درختوں پر نئے پتے لگ کر گچھے کی شکل میں سفید پھول لگتے ہیں اور جولائی میں پھل لگنے شروع ہوکر اکتوبر کے مہینے تک یہ پھل پک جاتے ہیں، اس کے مغز کے استعمال کے ساتھ ساتھ اطباء کرام اس کے پتے، پھول، چھلکا اور جڑ کو بھی مختلف امراض میں دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

اخروٹ کو عربی میں جوز، فارسی میں گردگان اور چہار مغز، سندھی میں اکھروٹ، گجراتی میں آکھوڑ، بنگالی میں اکروٹ، مرہٹی میں اکروڈ، اس کا نباتاتی نام (JUGLANS REGIA) اور انگریزی میں (WAL NUT) کہتے ہیں۔ اطبا کے نزدیک اخروٹ کا مزاج گرم ۲ وخشک ۲ اور بقول بعض گرم ۲ تر ۲۔

مغزیات زیادہ چکنائی کے حامل ہوتے ہیں، تاہم ان میں موجود چکنائی نقصان دہ نہیں ہوتی اور یہ دل کی دھڑکن کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اخروٹ کو اس ضمن میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ اومیگا تھری فیٹی ایسڈ پائے جاتے ہیں، یہ اسی نوعیت کا چکنا ایسڈ ہے کہ جو بعض مچھلیوں میں بھی پایا جاتا ہے، یہ غیر سیر شدہ چکنائی ہے اس سے دل کی دھڑکن کی خرابی دور ہوتی ہے، یہ چکنائی خون میں چپچپاہٹ پیدا نہیں ہونے دیتی اور تھکے بننے کے عمل کو روکتی ہے یعنی اسپرین جیسا اثر رکھتی ہے، اس کے علاوہ اخروٹ میں دو غیر سیر شدہ یا غیر معمور ایسڈ الفا لینونن اور لائنولینک ایسڈ بھی خوب ہوتے ہیں، اخروٹ میں فولاد، میگنیز، پوٹاشیم، کیلشیم، فاسفورس، فولک ایسڈ اور وٹامن E وٹامن B6 بھی پائے

جاتے ہیں جو ہڈیوں اور جسم کو بھرپور طاقت وتوانائی فراہم کرتے ہیں۔
سو گرام اخروٹ میں 688 حرارے اور 65.5 گرام چکنائی ہوتی ہے، اخروٹ اچھی نیند میں معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں ایک ہارمون (Melatonin) پایا جاتا ہے جو کہ نیند لانے میں مدد دیتا ہے، 40 سال کی عمر کے بعد میلاٹونن (Melatonin) بننے کی مقدار میں کمی آجاتی ہے، لہٰذا اخروٹ استعمال کر کے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اخروٹ میں ایک مانع تکسیدی مرکب ایلاجک ایسیڈ (Ellgic acid) بھی پایا جاتا ہے جو کہ مدافعتی نظام کو مضبوط بناتا ہے اور کینسر سے محفوظ رکھتا ہے، اخروٹ جلد کی خشکی اور ایگزیما وغیرہ سے بچاتا ہے کیونکہ اس میں زنک وٹامن بی اور پولی فی نولز پائے جاتے ہیں، اس میں موجود زنک، اومیگا 3 اومیگا 6 بالوں کی صحت کو بھی قائم رکھتے ہیں اور گنجاپن سے بچاتے ہیں۔
کینیڈین ماہرین کی رائے کے مطابق 2.2 اونس مغزیات کا روزانہ استعمال (LDL) (جسے خراب چکنائی کہتے ہیں) کو کم کرتا ہے، 2000ء میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق اخروٹ اور بادام وغیرہ بھی کولسٹرول لیول کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، انڈیا میں 500 سے زائد ہارٹ اٹیک کے مریضوں کو دو گروپوں میں تقسیم کر کے تحقیق کی گئی، پہلے گروپ کو سٹینڈرڈ طبی معالجات اور کم چکنائی والی غذا دی گئی اور دوسرے گروپ کو بھی وہی علاج اور ان کی غذا میں مغزیات، ریشہ دار غذائیں، سبزیاں اور پھل دیئے گئے، دوسرے گروپ کے افراد میں نتیجتاً کولسٹرول کی سطح بہتر ہوئی اور ہارٹ اٹیک کا خطرہ بھی کم ہوا اور ان میں اموات کی شرح بھی کم تھی (ہارڈورڈ میڈیکل سکول کی 40 سال عمر سے 84 سال تک عمر کے مردوں پر کی گئی تحقیق جو کہ 1980 سے شروع کی گئی اور دو دہائیوں تک جاری رہی) سے پتہ چلا ہے کہ جن افراد نے دن میں دو سے زائد دفعہ مغزیات کا استعمال کیا ان میں دل کے امراض سے مرنے کی شرح 47% کم تھی۔ اسی طرح ہارڈورڈ کی ایک دوسری تحقیق سے جس میں 34 سے 59 سال کی عمر کی 86016 خواتین جن میں دل کے امراض کی کوئی علامت موجود نہیں تھیں، محققین نے ان پر 14 سال تحقیق کی اس عرصہ کے دوران 5 اونس مغزیات (Nuts) استعمال کرنے والی خواتین ایک اونس فی ہفتہ مغزیات (Nuts) استعمال کرنے والی خواتین کی نسبت امراض قلب میں 35% کم مبتلا ہوئیں۔

اخروٹ کے چند فائدے اور خواص

اخروٹ ضعف گردہ ومثانہ اور جگر کو دور کر کے جسم میں حرارت اور قوت پیدا کرتا ہے، مولد منی ہے اور ضعف

باہ کو دور کرتا ہے، عورتوں کے لئے بھی اخروٹ بہت مفید ہے، یہ جسم میں خون پیدا کرتا ہے، خون کو تقویت دیتا ہے، پستانوں میں تناؤ پیدا کر کے ان میں خوبصورتی پیدا کرتا ہے، ماہواری کی بے قاعدگی کو دور کرتا ہے، سیلان الرحم (لیکوریا) کو دور کرتا ہے، عورتوں میں نئی زندگی اور جوانی پیدا کرتا ہے، رحم میں تنگی اور تقویت پیدا کرتا ہے، یہ دل کی بیماریوں میں مفید ہے، شریانوں میں نرمی اور لچک پیدا کرتا ہے اور ہائی بلڈ پریشر میں فائدہ مند ہے، قوت مدافعت کو بڑھاتا ہے۔ اخروٹ کے استعمال سے ہڈیوں کی بھربھراہٹ (Osteoporosis) سے حفاظت ہوتی ہے۔

جن بچوں میں کیلشیم کی کمی ہو یا وہ خواتین جو مینوپاز (سن یاس) سے گذر رہی ہوں ان کے لئے اخروٹ کا استعمال مفید ہے، اخروٹ کے پتوں میں ٹے نن کی موجودگی اسے خشک کرنے والی (Astrinjent) خصوصیات مہیا کرتا ہے لہٰذا اسے اسہال (Diarrhea) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس کے خشک پتوں کا سفوف ایک چمچ، ایک گلاس پانی میں شامل کر کے بطور جوشاندہ دن میں دو تین مرتبہ دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

فالج کے لئے

مغز اخروٹ 30 گرام۔ انجیر 7 دانے دونوں کو ملا کر کھانا فالج کے مرض میں مفید ہے۔

اکسیر کھانسی اور دمہ

مغز اخروٹ بھنا ہوا، رب السوس، مغز بادام شیریں، مغز کدو شیریں، نشاستہ، گوند کیکر، بہدانہ سب برابر وزن لے کر سب دوائیں پیس کر شہد خالص میں چنے کے برابر گولیاں بنائیں، ایک ایک گولی منہ میں رکھ کر چوسیں، ہر قسم کی کھانسی اور گلے کی خراش کو رفع کرتی ہیں، دمہ میں بھی مفید ہے۔

تقویت اعضائے رئیسہ

مغز اخروٹ کو بادام، منقیٰ اور انجیر وغیرہ کے ساتھ کھانا مقوی اعضائے رئیسہ ہے، دماغ کے لئے خاص طور پر تقویت بخش ہے۔

دافع پیچش

اسے پانی کے ساتھ پیس کر ناف پر لیپ کرنے سے مروڑ سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

دافع زہر

شہد، پیاز اور نمک کے ساتھ اخروٹ پیس کر دیوانے کتے کے کاٹے پر باندھ دیں انشاء اللہ زہر دور ہو گا۔

دانتوں کے لئے

تازہ اخروٹ کے اوپر کا سبز چھلکا اتار کر سایہ میں سکھا کر باریک پیس لیں منجن تیار ہے اسے دانتوں پر ملنے سے دانتوں کی رنگت سفید اور درد کافور ہو جاتا ہے۔

پیٹ کے کیڑوں کے لئے

مغز اخروٹ 20 گرام، پلاس پاپڑا، 10 گرام، مصری 10 گرام ان سب کو کوٹ کر ایک خوراک بنائیں رات کو سوتے وقت شربت گڑ 25 گرام یا گڑ کے پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

نفع خاص

مقوی باہ و دماغ ہے (مقدار خوراک دو تولہ سے تین تولہ تک حسب برداشت کھایا جا سکتا ہے)

100 گرام اخروٹ میں پائے جانے والے اجزاء کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

توانائی	654 کیلوریز	فولاد	2.9 ملی گرام
پانی	4 گرام	چکنائی	65 گرام
پروٹین	23.15 گرام	ریشہ (فائبر)	6.7 گرام
کاربوہائیڈریٹس	13.7 گرام	کیلشیم	98 ملی گرام
فاسفورس	346 ملی گرام	وٹامن A	41 آئی یو
وٹامن B1	0.34 ملی گرام	وٹامن B2	0.15 ملی گرام
وٹامن B 6	0.53 ملی گرام	وٹامن E	2.9 آئی یو
زنک	0.05 ملی گرام	وٹامن C	1.3 ملی گرام
سوڈیم	2.0 ملی گرام	میگنیشیم	158 ملی گرام
تانبا (کاپر)	1.5 مائیکروگرام	پوٹاشیم	441 ملی گرام
نیاسین	1.9 ملی گرام	فوگولاسین (Folacin)	98 ملی مائیکروگرام

Idara Ghufran

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

- ......جمعۃ المبارک ۲/۹/۱۶/۲۳/ ذی الحجہ کو سب متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔
- ......۴/۲۵/ ذی الحجہ و ۲/ محرم، اتوار بعد عصر اصلاحی مجالسِ ملفوظات منعقد ہوئیں۔
- ......یکم /۲۲/۲۹/ ذی الحجہ جمعرات بعد ظہر طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزم ادب ہوتی رہی۔
- ......۷/ ذی الحجہ بدھ کو اجتماعی قربانی کے لئے مویشیوں کی خریداری کا عمل شروع ہوا جو تین دن جاری رہا۔ امسال اجتماعی قربانی میں فی حصہ ساڑھے چار ہزار اور پانچ ہزار روپے (دو قسم کے حصے) تھے، کل چھیاسٹھ (۶۶) بڑے جانوروں کی قربانی ہوئی، دو دن (عید کا دن اور دوسرا دن عشاء تک) قربانیوں کا عمل جاری رہا، (حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم و اراکین و کارکنانِ ادارہ حسب سابق عید کے ان دنوں میں اجتماعی قربانی کے سلسلے میں مشغول رہے)
- ......جمعرات ۸/ ذی الحجہ ادارہ غفران کے تعلیمی شعبوں میں ۱۸/ ذی الحجہ تک کے لئے دس روزہ تعطیلات ہوئیں
- ......ہفتہ ۱۰/ ذی الحجہ سب متعلقہ مساجد میں حسب سابق متعلقہ حضرات نے نماز عید و خطبہ پڑھا، مسجد غفران میں نماز عید سات بجکر بیس منٹ اور باقی مساجد میں آٹھ بجے ہوئی۔
- ......۱۷/ ذی الحجہ ہفتہ، بڑے حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم اسلام آباد سے کراچی تشریف لے گئے، سردیوں کے چند ماہ کے دوران حسب سابق کراچی میں آپ کا قیام رہے گا۔
- ......۱۹/ ذی الحجہ، سوموار ادارہ کی تعطیلات ختم ہو کر تعلیمی اور باقی سب شعبوں میں معمولات کا آغاز ہوا۔

(زیرِ طبع)

درود وسلام کے فضائل واحکام

درود وسلام کے عظیم الشان فضائل وفوائد، درود کے خاص خاص مواقع اور ان کی فضیلت واہمیت، درود شریف کے دیگر مواقع، درود وسلام کے چند احکام، درود وسلام کے مسنون وماثور صیغے، درود شریف کے صیغے، سلام کے صیغے۔

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

17 نومبر 2009ء بمطابق 28 ذیقعدہ 1430ھ :پاکستان: امریکا کا شمالی وزیرستان میں بھی کارروائی کا مطالبہ **18 نومبر**: پاکستان: ای سی سی کا اجلاس، عوام کو مزید 50 ہزار ٹن سستی چینی فراہم کرنے کا فیصلہ **19 نومبر**: پاکستان: دہشت گردی کا خاتمہ کریں گے، مہم جو ہمسایہ خطرہ ہے، آرمی چیف **20 نومبر** :پاکستان: این ایف سی ایوارڈ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے فنڈ کے قیام پر اتفاق پاکستان: پشاور جوڈیشنل کمپلیکس کے مرکزی دروازے پر خودکش حملہ، 20 جاں بحق **21 نومبر**: پاکستان: وزیرستان میں آپریشن مسئلے کا مستقل حل نہیں، صدر زرداری پاکستان: سابق نگران وزیر اعظم غلام مصطفی جتوئی انتقال کر گئے **22 نومبر**: پاکستان: این آر او، زرداری الطاف سمیت 8041 افراد مستفید ہوئے، فہرست جاری **23 نومبر**: پاکستان: کابینہ میں جلد ردوبدل متوقع، ن لیگ کا جارحانہ حکمتِ عملی اختیار کرنے کا فیصلہ، متحدہ عدالتوں کا سامنا کرے گی **24 نومبر**: پاکستان: این آر او سے فائدہ اٹھانے والے تمام افراد کا احتساب ہوگا، گیلانی پاکستان: این آر او سے فائدہ اٹھانے والے حکومتی عہدے چھوڑ کر مقدمات کا سامنا کریں، ن لیگ **25 نومبر**: پاکستان: بھارت طویل عرصے سے محدود جنگ کی تیاری کر رہا ہے، عالمی برادری نوٹس لے، پاکستان پاکستان: آپریشن چھاونیوں کی تعمیر بند فوج کے انخلاء کی تجویز، بلوچستان پیکج پارلیمنٹ میں پیش **26 نومبر**: پاکستان: سرحد کے عوام سے اظہارِ یکجہتی کے لئے آرمی چیف کا دورہ پشاور، اسلام اور پاکستان کو جدا نہیں کیا جاسکتا، جنرل کیانی **27 نومبر**: سعودی عرب: مغرب سے طوفان آرہا ہے، امتِ مسلمہ متحد ہوجائے، مستقبل اسلام کا ہے، مسلمانوں کو اسلام سے دور کیا جارہا ہے، نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اچھائی اور برائی کی تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے، علمائے کرام اور میڈیا اپنا کردار ادا کریں، خطبہ حج سعودی عرب: 30 لاکھ مسلمانوں نے حج کی سعادت حاصل کرلی **28 نومبر 2009ء، بروز عیدالاضحیٰ ۱۴۳۰ھ**: پاکستان: 17 ویں ترمیم دسمبر میں ختم ہوجائے گی، صدر زرداری پاکستان: ملک میں جمہوریت کو خطرہ نہیں، حکومت قرضے معاف کرنے والوں کو بھی بے نقاب کرے، نواز شریف **29 نومبر**: **30 نومبر**: (تعطیلاتِ اخبارات) **یکم دسمبر**: پاکستان: پیٹرول 4.37 ڈیزل 5.25 مٹی کا تیل 4.37 روپے فی لیٹر مہنگا، یکم جنوری سے بجلی بھی مہنگی ہوگی **2 دسمبر**: پاکستان: خودکش حملے میں رکن سرحد اسمبلی جاں بحق **3 دسمبر**: پاکستان: اسلام آباد پاک بحریہ ہیڈکوارٹر پر خودکش حملے کی

کوشش ناکام، اہلکار جاں بحق ✍ **4 دسمبر**: پاکستان: این آر او سے متعلق درخواستوں کی سماعت کے لئے فل کورٹ تشکیل چیف جسٹس سربراہ ہوں گے ✍ پاکستان: مشرف کے 8 سال 60 ارب روپے سے زائد کے قرضے معاف ✍ واشنگٹن: 2011 میں افغانستان سے انخلاء کا فیصلہ صورتحال دیکھ کر کیا جائے گا، امریکا ✍ **5 دسمبر**: پاکستان: راولپنڈی: مسجد میں خودکش دھماکا، دستی بم حملے، فائرنگ 40 نمازی شہید ✍ **6 دسمبر**: پاکستان: دہشت گرد قوم اور فوج کا عزم کمزور نہیں کر سکتے، جنرل کیانی ✍ **7 دسمبر**: پاکستان: دہشت گردی کے خلاف حکمتِ عملی، علمائے کرام نے حکومت کو تجاویز دے دیں ✍ واشنگٹن: پاکستان میں طالبان کا تعاقب نہیں کریں گے، اسامہ کا کئی سالوں سے پتہ نہیں، امریکا ✍ **8 دسمبر**: پاکستان: لاہور میں خوفناک بم دھماکے 45 جاں بحق، پشاور میں سیشن کورٹ کی عمارت کے باہر خودکش حملہ، 11 افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ✍ این آر او، حکومت دفاع سے دستبردار، سپریم کورٹ نے فہرست طلب کر لی ✍ **9 دسمبر**: پاکستان: این آر او فہرست پیش، صدر زرداری کے خلاف 152 ارب کے 7 مقدمات ختم ✍ پاکستان: ملتان حساس ادارے کے دفتر کے قریب خودکش حملہ، 12 افراد جاں بحق ✍ **10 دسمبر**: پاکستان: ناراض بلوچ رہنماؤں کو مذاکرات کی دعوت ✍ پاکستان: سپریم کورٹ صدر زرداری کے خلاف 6 کروڑ ڈالر بدعنوانی کا مقدمہ واپس لینے کی تفصیلات طلب ✍ **11 دسمبر**: پاکستان: جمہوری نظام کو پٹڑی سے نہیں اترنے دیں گے، چیف جسٹس ✍ پاکستان: غیر ملکی سفارت کار دہشتگردوں کو اسلحہ پہنچا رہے ہیں، گرفتار نہیں کر سکتے، وفاقی وزیر داخلہ ✍ **12 دسمبر**: پاکستان: وفاق اور صوبے این ایف سی ایوارڈ پر متفق ✍ پاکستان: دہشتگردی میں کالعدم تنظیمیں ملوث ہیں، پاکستان اور ایٹمی اثاثوں کے خلاف اٹھنے والی آنکھ پھوڑ دیں گے، وزیرِ داخلہ ✍ **13 دسمبر**: پاکستان: وزیرستان آپریشن ختم، اب اورکزئی میں کارروائی ہوگی، وزیر اعظم ✍ پاکستان: امریکی سفیر کی صدر سے ملاقات، سفارتکاروں کی گاڑیوں کی چیکنگ پر اظہار تشویش ✍ پاکستان: لاہور پرائیویٹ گاڑی میں سوار امریکیوں کا ایک بار پھر تلاشی دینے سے انکار ✍ **14 دسمبر**: پاکستان: بلدیاتی انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں گے، وزیر اعظم گیلانی ✍ پاکستان: شرکی تمام قوتیں ملک پر حملہ آور ہیں، قوم متحد ہو جائے، شہباز شریف ✍ **15 دسمبر**: پاکستان: زرداری حکومت کو فوج سے خطرہ نہیں، امریکا ✍ **16 دسمبر**: پاکستان: ڈیرہ غازی خان سینئر مشیر پنجاب کے گھر پر کار بم دھماکہ، 33 جاں بحق ✍ **17 دسمبر**: پاکستان: سپریم کورٹ نے این آر او کو کالعدم قرار دے دیا، تمام مقدمات بحال ✍ **18 دسمبر**: پاکستان: این آر او یافتگان کے بیرونِ ملک سفر پر پابندی اثاثے منجمند، جائیدادیں ضبط اور گرفتار کرنے کا حکم ✍ عدلیہ سے تصادم نہیں چاہتے، سیاسی طوفانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔